یہ کتاب آپ سب کے سامنے پیش خدمت ہے با شکریہ جناب محمد خالد نعیم صاحب کے جنہوں نے یہ کتاب مجھے آن لائن اپلوڈ کرنے کے لئے دی جو کی ان کے پاس تھی۔ مسٹر خالد نعیم صاحب آزاد انٹر کالج میں اردو کے ٹیچر ہے۔

This service is presented to you with thanks to Mr. Mohammad Khalid Naeem , who gave this book to me for uploading online .
Mr. Khalid Naeem teacher of Urdu in Azad Inter College Bahraich

Abdur Rahman Wasfi Bahraichi
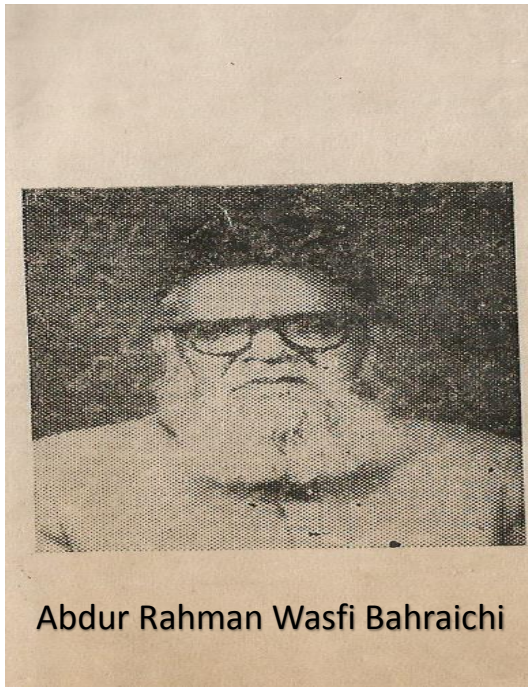
Juned Ahmad Noor
C/o Bahraich Lime Stores
Chowk Bahraich U.P. 271801 India
E-mail : faranjuned@gmail.com
https://www.Facebook.com/faranjuned
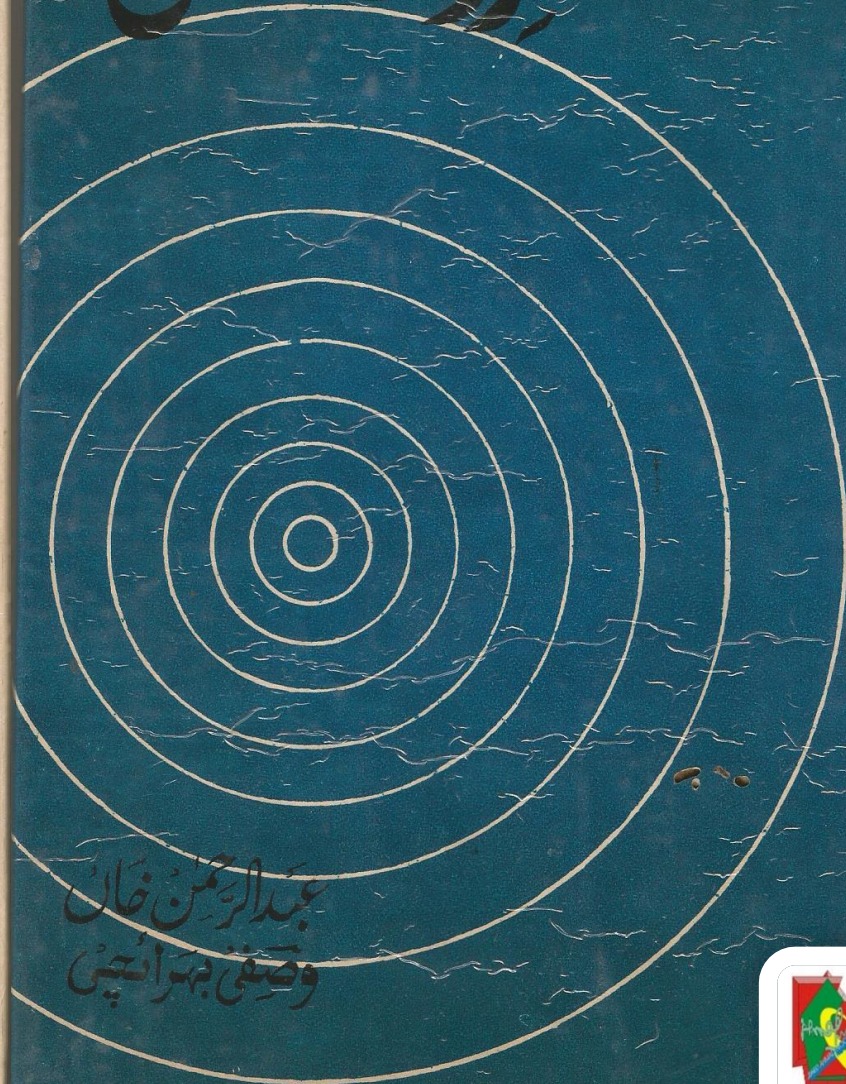
سید سالار مسعود غازیؒ کی آخری آرام گاہ
عبدالرحمٰن خاں وصفی کا مولد و مسکن ہے
اُن کا خاندان بہرائچ میں کئی پشتوں سے
آباد ہے اور ان کے خانوادے میں تصوف
اور شاعری کی روایت بڑی قدیم ہے چنانچہ
وصفی صاحب کے کلام میں صوفیانہ رنگ کی جھلک
نمایاں طور پر نظر آتی ہے — جملہ اصنافِ سخن
پر دسترس کے باوجود غزل سے انھیں ایک
خاص لگاؤ ہے شاید اسی لئے وہ مشاہدۂ حق
کی تمام تر گفتگو بادہ و ساغر کے پردے میں کرتے
ہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین کو وہ ایسی سادگی
اور سلاست کے ساتھ بیان کر جاتے ہیں کہ غزل اپنی
تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ دلوں میں اترتی
چلی جاتی ہے۔ پچاس سال سے زیادہ کی مشق
کے بعد اُن کی غزلوں کا انتخاب افکارِ وصفی
آپ کے ہاتھوں میں ہے جو ہماری شعری سرمائے
میں ایک اضافہ ہے۔

والی آسی

افکارِ صفی

عبد الرحمان صفی بہرائچی

ملنے کا پتہ :
مکتبۂ دین و ادب ۔ امین الدولہ پارک ۔ لکھنؤ
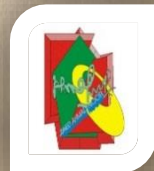
- ناشر: عبدالرحمان خاں وصفی بہرائچی
- طابع: تنویر پریس، لکھنؤ
- چھاپ: پہلی بار، اگست ١٩٨٦ء
- قیمت: بیس روپے
- تعداد: چھ سو

بہ اہتمام: والی آسی

مِلنے کے پتے

عبدالرحمان خاں وصفی بہرائچی۔ چوک بازار۔ بہرائچ (یوپی)

مکتبۂ دین و ادب، امین الدولہ پارک، لکھنؤ

اپنے جدِ اعلیٰ

مولوی ضامن علی خاں عتیق

کے نام

عبدالرحمٰن خاں وصفی

www.faranjunedahmad.blogspot.in

یہ کتاب
فخرالدّین علی احمد میموریل کمیٹی اُتر پردیش کے
مالی تعاون سے شائع ہوئی

ترتیب

عرضِ مصنف

۲۳ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو میرا تولد عظیم اللہ مرحوم و مغفور کے مکان واقع محلہ محمد اجمل پورہ بہرائچ میں ہوا۔ اس اعتبار سے اب میری عمر اکہتر سال کی ہے۔ مورثِ اعلیٰ اللہ داد خاں کے والد دورِ مغلیہ میں کابل کے سرحدی علاقہ وزیرستان حسن خیل سے ہندوستان وارد ہوئے۔ خاندان کے بعض فرد ملیح آباد اور بعض مراد آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ اجدِ اعلیٰ مولوی ضامن علی خاں صاحب، المتخلص بہ انیقؔ بہرائچ تشریف لائے اور یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ حضرت موصوف صاحبِ بیاض اور صاحبِ کتاب شاعر تھے۔ زمانے کے دست برد سے ان کا سارا علمی اثاثہ ضائع ہو گیا۔ صرف دو مطبوعہ کتابیں مل سکیں جو اب تک محفوظ ہیں۔ ان میں سے ایک "مناقب چاریار" اردو میں ایک "ماحریفاں" فارسی میں جو حضرت نے [illegible] طرز "مامقیماں" تصنیف کی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ قلمی نسخے بھی ہیں۔ جدِ بزرگوار مولوی نادر خاں صاحب کو شعر و سخن سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ البتہ حضرت والد صاحب قبلہ حافظ عبدالقادر صاحب

نور اللہ مرقدہ کا تصنیف کردہ صرف ایک قصیدہ جو انہوں نے راجہ جنگ بہادر خاں والیِ ریاست نانپارہ ضلع بہرائچ کے لئے تصنیف کیا تھا دستیاب ہوا جو انکے شاعر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والد صاحب نے التزاماً شاعری نہیں کی۔ ضرورتاً کبھی کبھی شعر کہتے۔ سبب یہ تھا کہ حضرت کا طبعی رجحان روحانیت کی طرف تھا وہ آج بھی بہرائچ میں 'ولی' کے نام سے جانے اور مانے جاتے ہیں۔ حضرت موصوف، حضرت مولانا سید مرحوم شاہ صاحب قبلہ پیشاوری نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ بھی تھے۔ اپنے مرشد کی حیات ہی میں رحلت فرما گئے۔ میں ڈھائی سال کا تھا کہ حضرت والد صاحب قبلہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت نانا صاحب نے اپنی آغوشِ شفقت میں لیا۔ چھ ماہ کے بعد وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ایسے نامساعد حالات سے میری زندگی گذری۔ مولوی محرم علی صاحب سے فارسی، اور انگریزی کی تھوڑی تعلیم حاصل کی اور چند کتابیں عربی کی از خود پڑھیں۔ میری زندگی بنانے میں دو باتیں ممدود و معاون ہوئیں۔ ایک میرا ذوق مطالعہ جو ابتدا میں پیدا ہوا اور تا ہنوز جاری ہے، یقیناً تادمِ آخر رہے گا۔ دوسرے، والدۂ محترمہ مرحومہ کی تعلیم و تربیت۔

غالباً سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک آل انڈیا طرحی مشاعرہ چھوٹی بازار بہرائچ کائٹ لیگ کی جانب سے زیرِ اہتمام و زیرِ انتظام انجمن ریاض ادب ہوا۔ جس کے صدر مفتی محمد یار خاں صاحب 'رافت'، جنرل سکریٹری بابو لاڈلی پرشاد صاحب حیرت تھے۔ پہلی غزل میں نے اسی مشاعرے میں پڑھی۔ اس کے بعد منشی محمد یار خاں صاحب۔ رافت تلمیذ حضرت جگر بسوانی، ریاست حسین صاحب شوق تلمیذ مولانا طور، و مرتضیٰ حسن صاحب خیب ماہ نگروری تلمیذ مولانا طور نے اپنا یہ وطیرہ بنالیا کہ جب کوئی مصرع طرح ہوتا تھا تو مجھے دعوتِ شرکت ضرور دیتے تھے۔ اس طرح میں مشق سخن کرتا رہا میرا اصل مذاقِ سخن

نعت گوئی ہے۔ جہاں تک مزاجِ غزل کا تعلق ہے وہ میرے مزاج سے مطابقت نہیں کرتا۔ چنانچہ ناظرین کرام دیکھیں گے کہ زیرِ نظر مجموعہ میں زیادہ تر اشعار تصوف کے رنگ میں یا اصلاحی رنگ کے ہیں۔ میں نے شاعری کو اپنا پیشہ نہیں بنایا بس اپنے ذوق کی تسکین کے لئے شعر کہتا رہا۔ کچھ عرصہ سے میرے ادبی متعلقین اور احباب کا پیہم اصرار ہو رہا ہے " جو کچھ ہے اسے شائع کرا دوں۔ یہ تقاضہ اس وقت اور شدید ہو گیا جب میری دو گم شدہ بیاضوں کے اشعار ایک صاحب کے یہاں نظر آئے۔ بہرحال احباب اور متعلقین ادب کے تقاضوں کا احترام کرتے ہوئے غزلوں کا یہ مجموعہ فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی کے مالی تعاون سے شائع کرانا چاہتا ہوں اگر ناظرین نے ہمت افزائی کی تو انشاء اللہ مستقبل قریب میں نعت پاک کا مجموعہ ھدیۂ ناظرین کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔

احقر العباد

عبدالرحمان خاں صفی

www.faranjunedahmad.blogspot.in

افکارِ صفی

برادرِ گرامی اور میں! چھوٹا منہ بڑی بات۔ جو شخصیت بہ نفسِ نفیس صفیؔ ہے۔ اس کے اوصاف کا تعارف ـــــــــ سورج کو چراغ دکھانا نہیں تو اور کیا ہے؟ افکارِ صفی اور اپنی کوتاہ نظری میں کوئی مناسبت تلاش کرنا ڈاروِن کی کوشش نایافت کی ایک کڑی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس اظہارِ حقیقت کے بعد بھی اگر میں اپنی طرف سے پیش لفظانہ قلمبرائی کی جرات کروں تو ظاہر ہے کہ ماہرِ فن مبصّرین کو خواہ مخواہ طنز و تعریض کے تیرِ نیم کش کو زحمت بے جا کی دعوت دینے کے مترادف ہوگا چاہے حاصل اس کا ؎

"کہیں پر نگاہیں کہیں پر نشانہ"

ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکت سے اکثر ٹیڑھی باتوں سے نپٹنے کا گُر، بھی ہاتھ آجاتا ہے۔ اسی میں سے ایک "الامر فوق الادب"

www.faranjunedahmad.blogspot.in
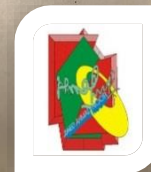
بھی ہے۔ یعنی بڑوں کے سارے آداب تسلیم کرنے میں ان کا حکم بجالانا بھی شامل ہے اس لئے میرا جرأت آزما ہونا محض امتثالاً ہے نہ کہ شوقِ تعارف نگاری میں تمثیلاً۔ کیونکہ اس قسم کی ہوس کاری کے تلخ نتائج بھگتنے کے بعد تو میں توبتہ النصوح کر چکا ہوں۔

اس "گنجینۂ معنی کے طلسم" کے بعد "گزارش احوال واقعی" کے طور پر پہلے تو عرض ہے کہ شاعری کو کسی نے جزوِ پیغمبری کہا ہے۔ کہنے والے کے منہ میں گھی شکر کہ ہم جیسوں کو کسی لائق تو سمجھا ورنہ سیاست کے ڈکٹیٹر اول مسٹر افلاطون نے تو شاعروں کی ساری برادری ہی کو اپنی جمہوریہ سے دیس نکالا دے دیا تھا جس طرح آج کل عدل و انصاف انسانیت و سماجی مساوات کی پتلی جمہوریتیں بعض اقلیتوں کو اقدامِ ترکِ وطن پر مجبور کیا کرتی ہیں۔ افغانستان اور سری لنکا سامنے کی مثالیں ہیں۔

خیر تو بات ہے شاعری کی۔ اہلِ فن کے بقول اس کی جنسیں ہیں اور صنفیں بھی۔ اقسام بھی ہیں اور انواع بھی یعنی زمانے کی طرح شاعری کو بھی خانوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اندھے کی ریوڑی کی طرح اچھے اچھے نام اپنے گھر گھرانے میں بانٹ لئے تاکہ آٹومیٹک طور پر دوسرے غریب ہر خوبی سے محروم والقسمت قرار دے دیئے جائیں۔ کوئی اپنا تخلص ترقی پسند خود ہی رکھ کر اپنے منہ میاں مٹھو بن گیا اور کسی نے جدیدیت کو الکشن اسسٹنٹ بنا کر اپنا الّو سیدھا کر لیا۔ کیا سمجھے آپ؟ یعنی اپنی ٹولی برادری سے جو لوگ باہر ہیں وہ سب ان کے لفظوں میں رجعت پرست اور قدامت پسند ہیں۔ جی ہاں اور کیا۔ پھر خوبی کی بات تو یہ ہے کہ رواں صدی میں دو دو عظیم جنگیں ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں اور ۱۹۴۷ء میں ملک کا تاریخی

انقلاب بھی رونما ہو چکا مگر واہ رے استحکام اقدار کہ نام نہاد موصوفین کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی اور ان کی ہمالہ صفت حسِ ارتقا متعدد ضلعی و صوبائی کانفرنسوں کے باوجود ذرا بھی تو حرکت میں نہ آئی۔ اس پر طرّہ یہ کہ عہدِ تجربیت کے جمود کی پھبتی کسی جا رہی ہے۔ نئی شاعری والوں اور اسلاف کے پیروکاروں پر "چہ خوش چرا نبودی"۔ کیا اب بھی یہ کوئی ڈھکی چھپی بات ہے کہ آج جب کہ عہدِ آزادیٔ ہند کی انسانی پیداوار کی ایک کھیپ ایم۔ پی اور ایم۔ ایل۔ اے ہو چکی ہے۔۔ مگر ترقی پسندی ہے کہ ماشاء اللہ اپنی اسی جگہ پر اٹل ہے۔ جہاں پورے پینتیس سال پہلے تھی۔ گویا کہ وہ قانونِ تغیر سے بالکل ہی مخلع بالطبع ہے اور درآنحالیکہ حقیقی رجعت پسندی و قدامت پرستی یہی ہے لیکن پوری ایک صدی بعد حضرت کارل مارکس کی قائم کردہ قدروں پر ایمانِ کامل کی پختگی غالب کے فزیکل بیلنس پر کانٹے کی تول اترتی ہے کہ ؎

"وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے"

[illegible] کیا جائے کہ انسانی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جس عالم میں [illegible] اسکے علاوہ سارے عالم کو معدوم و موہوم گردانتا اور گردن [illegible] ہے۔

اسی لئے اہلِ فکرِ صحیح زمان و مکان کی تقسیم و تفریق کو از قسم مفروضات قرار دیتے ہیں کیونکہ لمحۂ حال صرف ایک نکتۂ موہوم و مفروض ہے زندگی ایک تسلسل ہے اور ارتقا مستقل حرکت کا دوسرا نام ہے۔ جو زمین کی دھری کی طرح اپنے خطِ مستقیم پر برابر آگے کو بڑھتی اور ہر پیش آمدہ لمحے کو [illegible] بے کران و دائمی مستقبل کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔

بالکل اسی طرح ہمارے نزدیک فن بھی اپنی ذات میں نہ قدیم ہوتا ہے نہ جدید اور جو فرق محسوس ہوتا ہے وہ رفتار کار اور مظاہر عمل کا ہے۔ فریب نظر کے زیر اثر جو کبھی سست اور مدھم ہو جاتا ہے تو کبھی تیز و نمایاں اور نابالغ نگاہی اسی "حلقۂ دام خیال" میں سے اپنے لئے سامان خوش فہمی حاصل کیا کرتی ہے۔

شاعری بھی ایک فن ہے اور مذکورہ قانونِ قدرت سے مستثنیٰ نہیں۔ ہر شاعر اپنے وقت کا ترقی پسند ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی خاص نام نہاد شاعر یا گروہِ شعرا کا اپنے اوپر ترقی پسندی کا لیبل لگانا سستی خود نمائی کے سوا اور کچھ نہیں۔

زیر نظر مجموعۂ کلام "افکار وصفی" کے مطالعے سے بھی اسی قسم کا تاثر حاصل ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ صرف غزلیات پر مشتمل ہے جن کی تعداد ایک سو بارہ (۱۱۲) ہے۔ کلام کی ترتیب بالکل غیر ارادی ہے جس میں زمانۂ مشق کی تقدیم و تاخیر کا لحاظ رکھا گیا ہے نہ ہی اس کو ردیف وار مرتب کیا گیا ہے۔ بلکہ ایسا لگتا ہے کہ مصنف موصوف اپنے صحیفۂ الہامی کا جو ورق جب بھی مل گیا اسے ایک جلد میں ٹانکتے چلے گئے ہیں۔ بظاہر یہ بے انتظامی و ناہمواری معلوم ہوتی ہے لیکن یہ حسنِ فطرت ہے جیسے غالب نے بھی ایک رات مشاہدہ و محسوس کیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ اصل شاعرانہ وارفتہ مزاجی اور مصنوعی طور پر اُجڑے بالوں کے ذریعے اظہار آشفتہ حالی کا بھرم بھی یہیں کھل جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ برادر گرامی جناب وصفی ایک شستہ و سنجیدہ شاعرانہ ذوق کے حامل ہیں۔ جو بازار کا خریدا ہوا مال نہیں بلکہ موروثی جائداد ہے

اور اس پر حق مالکانہ رکھتے ہیں۔ آپ کے پردادا حضرت ضامن علی خاں انیق تو جناب میر انیس کے ہمعصر تھے ان کا اکثر فارسی و اردو کلام بشکل مطبوعہ و مخطوطہ اب تک موجود و محفوظ ہے۔ اسی لئے وصفی صاحب نے اگرچہ باقاعدہ کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی مگر وراثتہً جو مذاق سخن پایا ہے اس میں پختگی ہے۔ وقار ہے۔ ایک انداز ہے۔ ادائیگی کا بانکپن ہے اور ڈھب سے بات کہنے کا قرینہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

قدم جو اٹھا وہ اٹھا بانکپن سے سلیقہ ملا یہ مجھے اہلِ فن سے

یہی نہیں بلکہ وہ ایک رنگ اور دوسرے رنگ کی تمیز بھی رکھتے ہیں چاہے یہ فرق خود اپنے کلام ہی میں کیوں نہ واقع ہو گیا ہو۔ دیکھئے ؎

وصفی اب اپنے رنگ میں پڑھئے کوئی غزل ہر شعر آج سب کو برنگ دگر ملا

موصوف کا خود پسندیدہ مشغلۂ سخن نعت گوئی ہے۔ ان کی ساری شاعری میں یہ صنف خاصے کی چیز ہے۔ جس میں فکر کی پاکیزگی جذبات کی گیرائی نظر کی بلندی طرز ادا۔ آداب پیش کشی۔ اظہار شوق کا سلیقہ۔ لطفِ زبان۔ نفاستِ بیان وغیرہ قابلِ داد ہے۔ اس تفصیل میں جانے کا یہاں موقع نہیں۔ البتہ نمونۃً ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

[illegible] جو مقام شہ ابرار [illegible] جبریل کے ماتھے پہ کہیں آجائے پسینہ

چنانچہ ان امور بلیغہ اور صداقت شعری کی جھلکیاں انکی پیش نظر غزلیات میں بھی جگہ جگہ نمایاں ہیں۔ جن سے آپ کے رنگ کلام کو بہ آسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ اگرچہ غزل تو آپ محض منہ کا مزہ بدلنے کے طور پر کبھی کبھی کہہ لیا کرتے ہیں اسی لئے غزلوں کا ذخیرہ محدود ہے۔

[illegible] کے متعلق موصوف کا مخصوص نظریہ ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ

شعر میں بانکپن کے قائل ہیں سلیقے کی خوشہ چینی اہلِ فن سے پانے کے معترف ہیں مگر اسی کے ساتھ بغیر سمجھے بوجھے محض اندھی تقلید اساتذہ کو درست نہیں گردانتے۔ فرماتے ہیں ؎

جو چند لفظی رعایتوں میں الجھ کے رہ جائے ذہن وصفیؔ
وہ صرف تقلیدِ اہلِ فن ہے۔ مذاق ہے شاعری نہیں ہے

موروثی و فطری ذوقِ سخن اور تقلید و عدم تقلید کے مابین معتدل نظریہ فن کے ساتھ آپ کے کلام میں استادانہ قدرتِ اظہار اور انتخابِ الفاظ کا شعور بھی نمایاں ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو ؎

مدعی علم کا ہے جہلِ مرکب لاریب
قولِ فیصل ہے فراموش یہ ارشاد نہ کر

ظاہر ہے کہ ارشاد نہ کر برباد نہ کر کی زمین میں ارشاد نہ کر کو ایسی ترکیب سے ادا کرنا کہ جملہ واحد مخاطب کا نہ بننے پائے اور لفظ ارشاد میں تعظیم و احترام کا مفہوم بھی برقرار ہے۔ آسان بات نہیں۔ یہ صرف کہنہ مشق۔ قادر الکلام اور صاحبِ فکرِ بلیغ کا منصب ہے۔

لیجئے اسی لفظ منصب سے موصوف کی قدرت اظہار سے متعلق انتخابِ الفاظ کی صفت بھی یاد آگئی۔ دیکھئے محبوب کی بے وفائی وغیرہ مذموم صفات کا سرسری بیان اردو شاعری میں عام و بیش پا افتادہ رسم ہے لیکن قدرتِ اظہار نے انتخابِ الفاظ کے ذریعے اس نازک مرحلے کو کس خوبی سے طے کیا ہے ؎

بے وفائی کا انھیں الزام دوں یہ مری جرأت مرا منصب کہاں؟

اچھے شعر کی ایک صفت مضمون آفرینی یا جدتِ خیال ہے جس کا تعلق تخیل سے ہے۔ اگرچہ زیرِ نظر مجموعے میں یہ صفت اپنے اصطلاحی معنوں میں زیادہ تو

نہیں پائی جاتی مگر اتنی کم بھی نہیں ہے کہ درخورِ اعتنا نہ ہو چنانچہ ملاحظہ ہو ؎

شب تو کٹ جائے گی یادوں کے سہارے وصفیؔ
فکر اس کی ہے کہ دن کیسے گزارا جائے

اس طرح کے اکثر اشعار ہیں جو کسی نہ کسی غزل میں ضرور مل جائیں گے۔ اور ناظرین کو تسکینِ حظ کا سرمایہ بہم پہنچائیں گے۔

کہا گیا ہے کہ "فن کا راز اخفائے فن میں ہے" Art is the concealment of art) یہ کچھ اس قسم کا معاملہ ہے کہ بات بھی کہہ جائے اور نام تک نہ لیا جائے۔ یہ صفت بھی حسنِ فنکاری کی دلیل ہے۔ حضرت وصفیؔ کے کلام میں یہ پہلو خاصہ پایا جاتا ہے مثلاً ؎

جانے کیا بادِ صبا سمجھا گئی گل تو گل ہیں ہر کلی مرجھا گئی

درحقیقت یہ صفت مخصوص و استادانہ طرزِ ادا کی رہین منت ہے جو ہر ایک سے بن نہیں آتی اور لطف تو یہ ہے کہ اس کے لئے ادق الفاظ و تراکیب کی بھی ضرورت نہیں بلکہ بقول موصوف ؎

وہ بات، اتنی سادہ نہیں تھی کسی طرح
جو بات کہہ گئے ہیں بڑی سادگی سے ہم

دیکھا آپ نے کہ زیرِ بحث بات بھی کتنی سادگی کے ساتھ کہہ دی گئی ہے۔ اور ملاحظہ ہو ؎

شکایت لب پہ جب آئی مچل کر
وہ ظالم رہ گیا پہلو بدل کر

جدتِ خیال کی طرح آپ کے یہاں تشابیہ و استعارات کا استعمال بھی بہت کم ہی ملتا ہے مگر جتنا کچھ ہے وہ اپنی جگہ بہت کچھ ہے جیسے کہتے ہیں کہ ؎

دل شعلہ رخو تم سے لگانا نہیں اچھا
شیشے کو کبھی آنچ دکھائی نہیں جاتی

میرا خیال ہے کہ بیان کی مذکورہ کمی غالباً اس وجہ سے واقع ہوئی ہے کہ آپ عموماً اپنی بات کو مجاز و کنایہ میں ادا کرنے کے عادی ہیں بلکہ یہ انداز آپ کا عطیۂ فطرت ہے۔ اس کی مثالیں آپ کی گفتگو اور کلام دونوں میں بکثرت ملتی ہیں۔ بطور چاشنی اس شعر سے لطف اٹھایئے اور ؎
"قیاس کن زگلستان من بہار مرا" بچشم خود ملاحظہ کیجئے ؎

کتنے ہاتھوں میں ہیں پتھر کتنے لب پر قہقہے
ایک دیوانے کے پیچھے کتنے دیوانے ہوئے

متذکرہ بالا تمام خوبیوں کے ساتھ آپ کے کلام میں زبان اور روزمرہ کا بے تکلف استعمال بھی شاہد سخن کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اس کے لئے ؎
"سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے"
پورا مجموعہ حاضر خدمت ہے جس کی ہر غزل خود ہی بول رہی ہے کہ ہم اس مقدمے کے سچے گواہ ہیں۔

اب تک ہم نے جن محاسن کی نشاندہی کی ہے یہ شاعری کی مستقل قدریں ہیں اور قیدِ زمان و مکان کی تابع مہمل ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمیشہ غزل کی دلپذیری کا سبب رہی ہیں اور آج بھی زیورِ سخن ہیں۔ ہاں ان کی فنکارانہ پیشکش میں ان کی رونق و تازگی کا راز ضرور پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی لئے جو شاعر اس راز سے واقف نہیں وہ قدیم ہو یا جدید شعریت سے بالکل کورا نظر آتا ہے اور فن شاعری میں یکسر سپاٹ ہی جاتا ہے۔ خواہ اس کے کلام میں افلاطون کا فلسفہ بیان کیا گیا ہو یا کانٹ کا۔ ڈاروِن کا نظریہ الاپا ہو یا آئنسٹائن کے

ساز پر راگنی نکالی گئی ہو۔

اب رہی "ادب و زندگی" کی پیش پا افتادہ بات تو جس طرح وہ سوا صدی قبل مرزا غالبؔ کے ساتھ دفن ہو گئی۔ اس طرح ۔ن۔م۔ راشد کے ہمراہ نذرِ آتش ہو چکی۔ جہاں تک اصطلاح کے بجائے حقیقت امری اور اسکے نفس مفہوم کا تعلق ہے۔ واقعہ یہی ہے کیونکہ ہر زمانے کا اچھا شاعر و ادیب فطری طور پر اپنے وقت کا ترقی پسند ہوا کرتا ہے اور یہی اصل ترقی پسندی ہے جو کہ ہر صدی کے فنکار کو اپنے پیش رووں سے ممتاز کرتی ہے اور جن کے مہیا کئے ہوئے اینٹ گارے سے مستقبل کا ترقی پسند اپنی عمارت تیار کرتا رہتا ہے۔ نام اس کا حویلی ہو۔ البتہ یہ ترقی پسندی کس کے یہاں شکم پری ہوتی ہے۔ کسی کے لئے غذائے روح۔ کسی کے واسطے بقائے زندگی کا تقاضا ہے تو کوئی بقدر سدِ رمق پر ہی اکتفا کر لیتا ہے۔ لیکن مقدار کے فرق سے اقدار کی قلب ماہیت نہیں ہو جاتی۔

چنانچہ حضرت وصفی کے کلام میں یہی حقیقی ترقی پسندی ملتی اور بالکل بطور تقاضائے فطرت۔ کیونکہ انسان ایک ذی شعور و حساس متنفس ہے اس کا دل دکھی ہوتا ہے کبھی غمِ جاناں سے اور کبھی وقت غمِ دوراں سے اور ظاہر ہے کہ جاناں و دوراں سے مفر کل تھا نہ آج ہے۔ ہاں غم کے مظاہر و ظروف مختلف ہو سکتے ہیں اور طریق اظہار و مراتب تاثیر میں اختلاف عین ممکن ہے۔ اس سلسلے میں موصوف کا اسلوب بھی جاذب توجہ ہے ؎

ڈوبتے جا رہے ہیں ستاروں کے دل
چاند کو اب مرے زیر پا دیکھ کر

وصفی وہ بدنصیب کہ دامن نہ بھر سکا
گوہر نفس نفس پہ لٹاتی رہی حیات

زندگی ہو گئی ہے اب گویا
ایک الزام زندگی کے لئے

مجھ پہ آتی ہے بہر حال تباہی وصفی   جب بھی گلشن میں نیا کوئی نظام آتا ہے

محاسن شعری کے ان متفرق و منتشر نمونوں کے علاوہ اس مجموعے میں کہیں کہیں پوری غزل کی غزل خوبی مکمل نظر آئے گی۔ جیسے غزل نمبر (۹۔ ۳۹۔ وغیرہ) اور خاص کر چھوٹی بحر کی اکثر غزلیات نہایت ہی عمدہ ہیں مثلاً غزل نمبر (۲۶ ۳-۱۴-۳۹-۶۶-وغیرہ)

ناظرین سے اس سے زیادہ سمع خراشی کے لئے معافی چاہتا ہوں۔

فقط۔ خدا حافظ

قاضی پورہ بہرائچ
۱۸ اپریل ۸۵ء

محمد نعیم اللہ خیالی

قدرت کے کرشمے ہیں یہ ہیں وقت کے حالات
سورج کو اب آئینہ دکھانے لگے ذرات
یہ چاند یہ سورج یہ نجوم ارض و سماوات
ہیں خلق مگر خالق اکبر کی ہیں آیات
بے واسطۂ الفت میں جب آتے ہیں پیامات
ہوتے ہیں بہت سخت وہی عشق کے لمحات
بے سعیٔ عمل ہیچ ہے ہر فکر و تدبّر
بے معنی و مفہوم غلط حرف و حکایات
وہ اور ہیں حالات بدل دیتے ہیں جن کو
ہم صاحبِ ہمت ہیں بدل دیتے ہیں حالات

اس دم جبینِ شوق مری اوج پر ملے
قسمت بلند ہو جو ترا سنگِ در ملے

کہنے کو یوں تو ہم کو بہت دیدہ ور ملے
جتنے ملے اسیرِ فریبِ نظر ملے

یارب دعا ہے میری دعا کو اثر ملے
ہر آدمی کو دولتِ دردِ جگر ملے

راہِ وفا میں چھوٹ گیا عقل و خرد کا ساتھ
دل سا کوئی رفیق کوئی ہم سفر ملے

دستِ طلب کو کیجئے کس واسطے دراز
جب بے طلب طلب سے کہیں بیشتر ملے

میں بادشاہ عشق ہوں مجھکو خراج دے
کہہ دو جہاں جہاں کوئی شوریدہ سر ملے

لکھیں گے ان کو حالِ دلِ بے قرار ہم
وصفیؔ جو معتبر سا کوئی نامہ بر ملے

www.faranjunedahmad.blogspot.in

آگیا ملے سیلابِ کرم
دیدۂ گریاں اب تو تھم
ڈھونڈ لے اُن کے نقشِ قدم
تیرے قدم پہ جاہ و حشم
کون کرے گا طے پیہم
راہِ طلب کے پیچ و خم
بھیگی پلکیں آنکھیں نم
اب تو برس اے ابرِ کرم

چھیڑ دے سازِ عیش و طرب
اُٹھ نہ سکے جب بارِ الم
دیکھ کبھی دامن اپنا
دیکھنے والے بیش و کم

--

نہیں جاتی کسی جانب نظر کیوں
مجھی پر مہرباں بیداد گر کیوں

غم افزا داستاں اتنی نہیں تھی
تمھاری آنکھ سے برسے گہر کیوں

جب اس دنیا کو اتنی عمر دی تھی
ہمیں بخشی ہے عمرِ مختصر کیوں

تمھاری بزم میں میری ہی جانب
جو اٹھتی ہے تو اٹھتی ہے نظر کیوں

کسی پر ہے کرم بے پایاں اُن کا
کسی کے نام کے آگے صفر کیوں

ہلا دیتی تھیں جو عرشِ الٰہی
دعائیں ہیں وہی اب بے اثر کیوں

اگر ان کو نہیں ہے ربط مجھ سے
تو میرا تذکرہ آٹھوں پہر کیوں

رہائی ہی نہیں منظور ان کو
یہ عذرِ امتحانِ بال و پر کیوں

سکونِ دل اگر حاصل ہے وصفی
پریشاں پھر رہا ہے یہ بشر کیوں

--

جن کی نظروں میں رہا کرتی تھی بیگانوں کی شام
کتنی عبرتناک ہے اب ان کے ارمانوں کی شام

دیکھ کر حیراں نہ ہوائے شمع پروانوں کی شام
زندگی بخشِ وفا ہے تیرے دیوانوں کی شام

بھول جاتا اپنی منزل چھوڑ دیتا اپنی راہ
ہائے دیکھی ہی نہیں ناصح نے میخانوں کی شام

یہ ہے معیارِ محبت یہ ہے شانِ زندگی
بن گئی صبحِ حقیقت میرے افسانوں کی شام

اُس کو کیا معلوم اے دل شامِ غم کی تیرگی
جس نے اپنی شام دیکھی ہو نہ بیگانوں کی شام

سب کے پیمانوں سے پھوٹی ساقیا نوری کرن
صبح سے بدلی نہ لیکن میرے پیمانوں کی شام

رنگ پر آیا ہوا ہے صبح سے جوشِ جنوں
دید کے قابل ہے وصفی آج دیوانوں کی شام

--

اگر جلتا ہے جل جائے بلاں سے آشیاں اپنا
رہے محفوظ یارب ہر بلا سے گلستاں اپنا
نہاں خاکِ وطن میں آج بھی لعل و جواہر ہیں
اگر سونے کی چڑیا تھی کبھی ہندوستاں اپنا
ستم یہ ہے کہ تم نے اپنے ماضی کو بھلا ڈالا
اگر تاریخ اُلٹو پاؤ گے نام و نشاں اپنا
یونہی ہم ارتقائی منزلیں طے کرتے جائینگے
نہ ٹھہرا ہے نہ ٹھہرے گا کبھی یہ کارواں اپنا
خدا رکھے بہت روشن ہے ہم لوگوں کا مستقبل
ترقی بس یونہی ہی کرتا رہے ہندوستاں اپنا
لُنڈھاؤ مے کشو اب خم پہ خم کس بات کا غم ہے
سبو اپنا ہے مے اپنی ہے اور پیرِ مغاں اپنا
مزا آتا ارے وصفیؔ سخن والوں کی محفل میں
جُدا ہر ایک سے ہوتا جو اندازِ بیاں اپنا

اسی کے جام اسی کی مے اسی کا سارا میخانہ
تصرّف جس کا ہو جائے بہ اندازِ حریفانہ
بجا ہے حضرتِ واعظ کا اتنی بات فرمانا
جو اپنے نفس کو سمجھا خُدا کو اس نے پہچانا
یہ کیا دستورِ الفت ہے یہ کیا آئینِ الفت ہے
قریب آئے تو جل جائے پرِ پروازِ پروانہ
کبھی یادِ خُدا دل میں کبھی یادِ بتاں دل میں
کبھی دِل اپنا کعبہ ہے کبھی دل ہے صنم خانہ

نفس کی آمد و شد تک حقیقت ہی حقیقت ہے
پھر اس کے بعد یہ انسان ہو جاتا ہے افسانہ

نہ لا آنکھوں میں اشک آہیں نہ بھر غمگیں نہ ہو ہرگز
یہی اجزا ہیں جو ترتیب دے دیتے ہیں افسانہ

جنونِ عشق کی بتلائیے یہ کون منزل ہے
خرد کا نام آجائے لرز جاتا ہے دیوانہ

مرا ساقی مجھے جب اپنے ہاتھوں سے پلاتا ہے
تو مجھ میں کھنچ کے آجاتی ہے جیسے روحِ میخانہ

■■
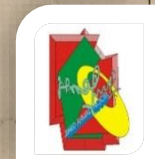
اپنی کہو نہ تم سخنِ دیگراں کہو
اچھی لگے جو دل کو وہی داستاں کہو

پاسِ ادب سے مَیں نے تو لب اپنے سی لئے
اب کہہ سکو تو تم ہی مری داستاں کہو

گھبرا رہا ہوں تیرگیِ شامِ غم سے مَیں
اے آسماں کے تارو کوئی داستاں کہو

خاموش بیٹھنے سے تو اچھّا ہے دوستو
اپنی نہ کہہ سکو تو مری داستاں کہو

ہر گوشۂ حیات کو بخشے جو روشنی
ایسا کوئی فسانہ کوئی داستاں کہو

وصفیؔ مزے سے سنتے ہیں سب داستاں نئی
جب بھی کہو تو کوئی نئی داستاں کہو

■■

تکلیف کا باعث بھی راحت کا بھی ساماں ہے
ہے درد کا درماں بھی جو جان کا خواہاں ہے

پھر جوشِ جنوں آیا پھر جوشِ فراواں ہے
دیوانے کے ہاتھوں میں پھر جیب و گریباں ہے

یہ سادہ مزاجی ہے سمجھے ہو کہ آساں ہے
یہ عشق کا میداں ہے، یہ عشق کا میداں ہے

اب ہوش میں آئے ہو جب جان پہ بن آئی
سمجھے تھے محبت کو بازیچۂ طفلاں ہے

ہر گام پہ لازم ہے آداب کی پابندی
میں عشق کا سلطاں ہوں وہ حسن کا سلطاں ہے

جو کچھ بھی بنا ہم سے ہم اپنی سی کر گزرے
انجام کا اے وصفی اللہ نگہباں ہے

کون کہہ سکتا ہے میرے دل کو ویرانہ ابھی
گھر میں اپنے جلوہ گر ہے صاحبِ خانہ ابھی

مجھ کو دُنیا جانتی ہے ویسے فرزانہ ابھی
آپ دیوانہ کہیں ہو جاؤں دیوانہ ابھی

دور میں آیا نہ اب تک کوئی پیمانہ ابھی
مہرباں شاید نہیں ہے پیرِ میخانہ ابھی

انقلابوں پر برابر آ رہے ہیں انقلاب
آپ بیٹھے کر رہے ہیں زلف میں شانہ ابھی

کہدو ناصح سے چلے آئیں غنیمت وقت ہے
ان کی قسمت سے کھُلا ہے بابِ میخانہ ابھی

ہجر کی شب، جان دے کر ختم قصہ کر دیا
نامکمل تھا غمِ الفت کا افسانہ ابھی

اس کو خونِ دل سے وصفی خوب رنگیں کیجیے
ذکر کے قابل حقیقت ہے نہ افسانہ ابھی

غمِ حیات کی لذّت کو کیا کوئی سمجھے
پڑی ہو جس پہ یہ افتاد کچھ وہی سمجھے

کوئی نہ سمجھا اسے اور نہ آپ ہی سمجھے
سمجھ سکے تو ہمیں رازِ خامشی سمجھے

اسی کا نام خدا آگہی ہے اے واعظ
جسے تم اہلِ ظواہر خود آگہی سمجھے

یہی ہے انکی طبیعت یہی ہے انکا مزاج
اگر بھلے کی کہی ہے تو وہ بری سمجھے

مجھے تو شک ہے کچھ اسکی بھی آدمیت پر
جو میرے ناصحِ ناداں کو آدمی سمجھے

جو دِل ملے ہوں تو پھر فاصلہ نہیں کچھ بھی
مگر یہ بات بھلا کیسے ہر کوئی سمجھے

مٹا رہی ہے وہی تیرگی انھیں وصفیؔ
جسے کہ عقل کے مارے ہیں روشنی سمجھے

www.faranjunedahmad.blogspot.in
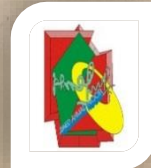
ہم تو ہیں محوِ فکرِ سخن
شور کرتے ہیں زاغ و زغن

بات اچھی کسی نے کہی
اہلِ فن سے ہے توقیرِ فن

(ق)
تو ہی بتلا یہ تفریق کیوں
تیری دُنیا کا یہ کیا چلن

تُل رہا ہے کوئی سیم میں
کوئی محتاجِ گور و کفن

مات کھاتی ہے جب بھی خرد
کام آتا ہے دیوانہ پن

ماننا ہی پڑے گا تمہیں
ہم سے ہے زینتِ انجمن

پڑھئے وصفیؔ سنبھل کر غزل
سامنے سب ہیں استادِ فن

یوں اشک برستے ہیں مرے دیدۂ تر سے
جس طرح سے ساون کی گھٹا جھوم کر برسے

ہاں اشک ندامت جو گرے دیدۂ تر سے
وہ دامنِ عصیاں پہ نظر آئے گہر سے

ماحول تو بدلا ہے مری جہد نے اکثر
ہاں میں نہیں بدلا کبھی ماحول کے ڈر سے

دُنیا نہ کہیں مجھکو نگاہوں سے گرا دے
اب اتنا گرا دو نہ مجھے اپنی نظر سے

دیکھے جو کوئی سادہ مزاجی تو یہ سمجھے
واقف ہی نہیں آپ کسی عیب و ہُنر سے

جس راہ میں گذری ہے مرے سر پہ قیامت
سو بار تو گذرا ہوں اسی راہگذر سے

اُس وقت جو گذری ہے نہ پوچھو اسے صفی
ٹکرائی ہے جب انکی نظر میری نظر سے

www.faranjunedahmad.blogspot.in

جان دینا تری خوشی کے لئے
نہیں آسان ہر کسی کے لئے

عجز اور انکسار کی باتیں
ہیں سزاوار آدمی کے لئے

خود پسندی و کبر و استکبار
زیب دیتے نہیں کسی کے لئے

ہم نے جو کچھ کیا تری خاطر
کیا کرے گا کوئی کسی کے لئے

زندگی میں سُکوں نہیں حاصل
پھر بھی مرتے ہیں زندگی کے لئے

جانے کتنوں کے دل دُکھاتا ہے
آدمی اپنی اک خوشی کے لئے

دشمنی آپ کا شعار سہی
مَیں تو مرتا ہوں دوستی کے لئے

زندگی ہو گئی ہے اَب گویا
ایک الزام زندگی کے لئے

دِل کا جُھکنا بھی شرط ہے صفیؔ
سر کے ہمراہ بندگی کے لئے
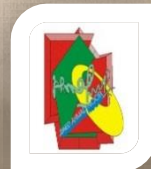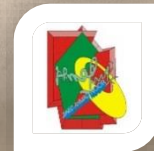
■■

آخرش لایا یہاں تک جذبۂ کامل مجھے
آپ کی نظروں نے سمجھا پیار کے قابل مجھے

کچھ سکوں پاتا ہوں تو بحرِ تلاطم خیز میں
یعنی راس آتی نہیں آسانیٔ ساحل مجھے

میری جانب آپکی چشمِ عنایت کیا ہوئی
دولتِ کونین گویا ہو گئی حاصل مجھے

دیدۂ پُرنم کے روکے رُک نہ پائے اشکِ غم
آج رُسوا کر گئے وہ برسرِ محفل مجھے

جانے کتنوں کے دل دُکھاتا ہے
آدمی اپنی اک خوشی کے لئے

دشمنی آپ کا شعار سہی
مَیں تو مرتا ہوں دوستی کے لئے

زندگی ہو گئی ہے اَب گویا
ایک الزام زندگی کے لئے

دِل کا جھکنا بھی شرط ہے وصفی
سر کے ہمراہ بندگی کے لئے

آخرش لایا یہاں تک جذبۂ کامل مجھے
آپ کی نظروں نے سمجھا پیار کے قابل مجھے

کچھ سکوں پاتا ہوں تو بحرِ تلاطم خیز میں
یعنی راس آتی نہیں آسانیِ ساحل مجھے

میری جانب آپکی چشمِ عنایت کیا ہوئی
دولتِ کونین گویا ہو گئی حاصل مجھے

دیدۂ پُرنم کے روکے رُک نہ پائے اشکِ غم
آج رُسوا کر گئے وہ برسرِ محفل مجھے

دل یہ کہتا ہے نہ کھانا عقل کے ہاتھوں فریب
عقل کہتی ہے کہ دھوکا دے رہا ہے دل مجھے

میری شائستہ مزاجی میرے کام آ ہی گئی
کر گئی تھی ورنہ چشمِ ناز تو بسمل مجھے

ابتدائے عشق کے حالات وصفی دیکھ کر
جیسے کھائے جا رہی ہے فکرِ مستقبل مجھے

--

کم سے کم یوں تو انساں رہے
اپنی ہستی کا عرفاں رہے

اے نگاہِ کرم شکریہ
مجھ پہ احساں ہی احساں رہے

اتنی ہی یاد آتی گئی
جس قدر ہم گریزاں رہے

اُن سے دوری کا شکوہ عبث
وہ قریبِ رگِ جاں رہے

شیخ کعبہ میں رہتے ہوئے
کس قدر کفر ساماں رہے
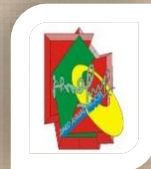
دل رہا غرقِ طوفانِ غم
لب مگر میرے خنداں رہے
اس پُر آشوب ماحول میں
کِس طرح کوئی انساں رہے
آئینہ جب بھی دیکھا کبھی
آپ پہروں پریشاں رہے
اے جنوں تیری خاطر سے ہم
مدتوں چاک داماں رہے

—
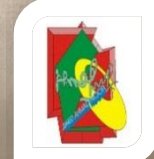
احباب بھی یہ بات نہ پوچھیں کبھی ہم سے
ہم اُٹھ کے چلے آئے ہیں کیوں دیر و حرم سے
خائف نہ ہوا میں کبھی دُنیا کے ستم سے
ڈرتا ہوں مگر آپ کے اندازِ کرم سے
دامن پہ جو اشکوں نے سجا ڈالے ہیں بوٹے
بہتر ہیں کہیں رونقِ گلہائے اِرم سے
کیا چیز محبت ہے کسے کہتے ہیں الفت
یہ ہم ہی بتائیں گے اگر پوچھئے ہم سے
صد شکر کہ دوری کا کوئی شکوہ نہیں اب
وہ روز تصور میں ملا کرتے ہیں ہم سے
اب میری نگاہوں میں ہے کعبہ نہ کلیسا
وابستہ ہوئے جب سے ترے نقشِ قدم سے
کیا بات ہوئی کچھ تو بتاؤ ہمیں صفی
بیگانہ ہوئے جاتے ہو کیوں دیر و حرم سے

—

جیت کر بازیِ الفت کو بھی ہارا جائے
اس طرح حسن کو شیشے میں اُتارا جائے

اب تو حسرت ہے کہ برباد کیا ہے جس نے
اس کا دیوانہ مجھے کہہ کے پکارا جائے

آپ کے حسن کی توصیف سے مقصد ہے مرا
نقشِ فطرت کو ذرا اور اُبھارا جائے

تم ہی بتلاؤ کہ جب اپنے ہی بیگانے ہیں
دہر میں اپنا کسے کہہ کے پکارا جائے

ذہنِ خود دار پہ یہ بار ہی ہو جاتا ہے
غیر کے سامنے دامن جو پسارا جائے

کتنی دشوار ہے پابندیِ آئینِ وفا
آہ بھی لب پہ اگر آئے تو مارا جائے

شب تو کٹ جائے گی یادوں کے سہارے صفی
فکر اس کی ہے کہ دن کیسے گزارا جائے
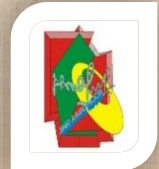
زندگی سعیِ رائگاں ہی سہی
معتبر آپ کا گماں ہی سہی

کامراں ہے تو کامراں ہی سہی
رائگاں ہے تو رائگاں ہی سہی

قولِ فیصل ہے پھر بھی میری حیات
ایں چنیں نیست آں چناں ہی سہی

حالِ دل ان سے کہہ سنائیں گے
طبعِ نازک پہ کچھ گراں ہی سہی

ان کو دیکھیں گے اپنی آنکھوں سے
سو حجابات درمیاں ہی سہی

وہ نہ آئیں تو کیا کرے کوئی
جذبۂ شوق بے کراں ہی سہی

آزلی کہتے جائیں گے وہ صفی
دیدہ و دل کا امتحاں ہی سہی

نظر پھیر کر مسکراتا چلا جا
مٹاتا چلا جا جِلاتا چلا جا
نگاہوں کا پردہ اٹھاتا چلا جا
من و تو کا جھگڑا مٹاتا چلا جا
چلا جا یونہی مُسکراتا چلا جا
نگاہوں سے دل میں سماتا چلا جا
تصوّر توہّم سے آزاد ہو کر
قدم فاتحانہ بڑھاتا چلا جا
عبث آزمودہ کو ہے آزمانا
زمانے سے پہلو بچاتا چلا جا
خلش خارِ رہ کی سمجھ ضربِ راحت
ہر اک گام پر گُل کِھلاتا چلا جا
کبھی تو سُنیں گے وہ آوازِ وحشی
ترانہ محبّت کا گاتا چلا جا

www.faranjunedahmad.blogspot.in
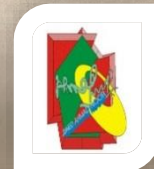
اب کہاں ضبط و تاب کی دُنیا
مَیں ہوں اور اضطراب کی دُنیا
زلفِ پُر پیچ و تاب کی دُنیا
ہے بڑے اضطراب کی دُنیا
عرصۂ حشر ہاں خیال آیا
وہ حساب و کتاب کی دُنیا
ایک دن ان کی بزم میں جاکر
دیکھ آئے شباب کی دُنیا
آہ بیتاب شعلے دے اٹھی
رہ گئی جل کے تاب کی دُنیا

میرے ذوقِ نظر سے ہے معمور
حسنِ کُل انتخاب کی دُنیا

کنگھی چوٹی و آئینہ سُرمہ
بس یہ ہے انتخاب کی دُنیا

کر رہا ہوں ازل سے طے پیہم
شورش و اضطراب کی دُنیا

کہہ دو ابنائے قوم سے وصفیؔ
اب نہیں عیش و خواب کی دُنیا
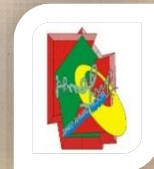
نہیں ملتے یہاں محشر میں آخر ملنا ہی ہوگا
کبھی تو مجھکو حاصل میرا ذوقِ بندگی ہوگا

سُنا ناصح نہ مجھ کو قیس اور فرہاد کے قصے
مجھے معلوم ہے جو کچھ مآلِ عاشقی ہوگا

معاذ اللہ، جہاں تم ہو وہاں کس چیز کی حاجت
کہا کس نے کہ محشر اک مقامِ بے کسی ہوگا

جدائی میں مزا کمبخت جینے کا نہ مرنے کا
یونہی گھٹتے رہیں گے دل میں ٹھانی ہے یہی ہوگا

وہ کہتے ہیں مرے کوچے میں آؤ شوق سے وصفیؔ
مگر ہر گام پر سجدہ بھی کرنا لازمی ہوگا

میں جانتا ہوں کون ہوں میں اور کیا ہوں میں
دنیا سمجھ رہی ہے کہ اک پارسا ہوں میں

اب مجھ میں اور تجھ میں کوئی فاصلہ نہیں
تو میرا مدعا ہے ترا مدعا ہوں میں

واعظ جبینِ شوق جھکے تو کہاں جھکے
نقشِ قدم ہی ان کے ابھی ڈھونڈتا ہوں میں

دل کو تجلیات کا مرکز بنا لیا
اب ان کا نام لینے کے قابل ہوا ہوں میں

ناصح تری نگاہ میں بادہ پرست ہوں
میکش سمجھ رہے ہیں بڑا پارسا ہوں میں

فرصت ملے کشاکشِ دنیا سے تو کہوں
کس وہم کس گمان میں الجھا ہوا ہوں میں

اہلِ خرد کی عقل پہنچتی نہیں جہاں
وصفی جنوں میں ایسی جگہ آ گیا ہوں میں
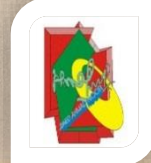
کرتے نہیں جفا بھی وہ ترکِ وفا کے ساتھ
یہ کون سا ستم ہے دلِ مبتلا کے ساتھ

اب وہ جبینِ شوق کہیں اور کیوں جھکے
وابستہ ہو گئی جو ترے نقشِ پا کے ساتھ

وارفتۂ جمال کا عالم نہ پوچھئے
دیوانہ وار اٹھتی ہیں نظریں صدا کے ساتھ

سرخی تمہارے ہاتھ کی کہتی ہے صاف صاف
شامل ہے میرے دل کا لہو بھی حنا کے ساتھ

تکمیلِ آرزو کی خوشی اور غمِ حیات
دونوں ہی ابتدا سے رہے انتہا کے ساتھ

شامل مری حیات میں یوں ہے غمِ حیات
جیسے خبر ہو اپنے کسی مبتدا کے ساتھ

وصفی مری حیات نے منزل کو پا لیا
کچھ دن گزار آیا جو اک پارسا کے ساتھ

نہ چھوٹے گی جفا تم سے وفا کی ہم سے خو برسوں
ابھی باقی رہے گا امتیازِ ما و تو برسوں

مری شائستگی بیداد گر کو راس آئی ہے
دلِ حسرت زدہ سے خوب چوسا ہے لہو برسوں

مجھے غیروں سے کیا شکوہ مجھے غیروں سے کیا مطلب
جب اپنوں نے کیا ہے میرا خونِ آرزو برسوں

یہی آنکھیں جو اب پتھرا رہی ہیں تیری فرقت میں
انھیں آنکھوں سے برسا ہے مرے دل کا لہو برسوں

طہارت خونِ دل سے اس لئے کرنا پڑی ہم کو
نمازِ عشق ہم پڑھتے رہے ہیں بے وضو برسوں

ابھی تو میری ہستی کی نہیں کچھ قدر لوگوں کو
نہ ہوں گا تو کریں گے لوگ میری جستجو برسوں

اسے الزامِ آوارہ مزاجی حیف ہے وصفی
تلاشِ نقشِ پا میں جو پھرا ہو کو بہ کو برسوں

www.faranjunedahmad.blogspot.in
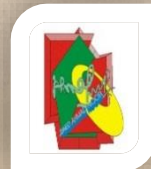
دوش پر وہ زُلف جب لہرا گئی
خوب ساون کی گھٹا سی چھا گئی

جانے کیا بادِ صبا سمجھا گئی
گُل تو گُل ہیں ہر کلی مرجھا گئی

زندگی اس موڑ پر اب آ گئی
فیصلہ دار و رسن کا پا گئی

یہ مقامِ عشق کیسا آ گیا
آج دنیائے وفا تھرا گئی

ان کا دامن ہاتھ میں کیا آ گیا
ہاتھ گویا اپنے جنت آ گئی

اک نظر ان کی جو دھوکا دے گئی
اک نظر میری جو دھوکا کھا گئی

اے نسیمِ صبح تیرا شکریہ
گلستاں کا گلستاں مہکا گئی

ان کی چشمِ مست وصفیؔ کیا کہوں
جب کبھی اٹھی تو مے برسا گئی

▬▬

www.faranjunedahmad.blogspot.in

چرخ پر جتنے یہ ستارے ہیں
سب ہی دریوزہ گر تمہارے ہیں

کیسے قسمت کے ہم بھی مارے ہیں
سب سے جیتے ہیں سب سے ہارے ہیں

کتنے بھولے ہیں کتنے پیارے ہیں
دستِ قدرت کے بس سنوارے ہیں

ان سے دامن بچائیو اپنا
آنسو آنسو نہیں شرارے ہیں

کوئی اپنا نہیں زمانے میں
یوں تو کہنے کو سب ہمارے ہیں

کھول دے ہم پہ اپنا بابِ کرم
اب تو دامن بھی ہم پسارے ہیں

بجھ گئی شمعِ آرزو وصفیؔ
آج ہم کتنے بے سہارے ہیں

▬▬

بنایا نقشِ وفا یوں وفا کے دامن پر
کہیں سے حرف نہ آیا جفا کے دامن پر

نمازِ عشق تو پڑھ لی قضا کے دامن پر
جبیں جھکی نہ مگر ماسوا کے دامن پر

پیام دیتا ہے ہم کو حباب کا دریا
بقا کے پھول کھلاؤ فنا کے دامن پر

کہا سُنیں گے نہ وہ تا کجا وہ دیکھیں گے
اثر نہ آئے گا کب تک دعا کے دامن پر

ترے خیال میں میرے خیال نے اے دوست
کمند ڈالی ہے عرشِ علیٰ کے دامن پر

شریک ہو گئے ہم بھی صفِ شہیداں میں
لہو کے تھوڑے سے دھبّے لگا کے دامن پر

بہار و رونقِ جنّت خرید لی وصفی
پلک سے اشکِ ندامت گرا کے دامن پر

www.faranjunedahmad.blogspot.in

ادب میں مدعیِ فن تو بے شمار ملے
مگر نہ میر کے غالب کے ورثہ دار ملے

جنونِ عشق کو دامن تو تار تار ملا
مزا تو جب ہے گریباں بھی تار تار ملے

بڑے مزے سے گزاری ہے زندگی میں نے
خدا کے فضل سے حالات سازگار ملے

کسی کے دل پہ بھلا اختیار کیا ہوگا
بہت ہے اپنے ہی دل پر جو اختیار ملے

یہ کیا ستم ہے کہ اعدا تو پائیں حور و قصور
جو ان کے چاہنے والے ہیں انکو دار ملے
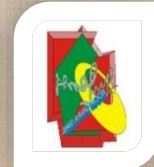
مرے مزاج کو بخشا ہے افتخار اگر
بقدرِ ظرف طبیعت کو انکسار ملے

ہر اک عمل پہ مکلّف بنا کے فرمایا
کہیں سے دیکھنا دامن نہ داغدار ملے

مرا مزاق ہے اکرامِ دوستاں صفیؔ
وہ دل ہی پاس نہیں جس میں کچھ غبار ملے
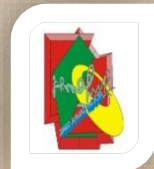
www.faranjunedahmad.blogspot.in

محبّت کا جسے عرفاں نہیں ہے
وہ سب کچھ ہے مگر انساں نہیں ہے

شعورِ زندگی پر مٹنے والو
شعورِ زندگی آساں نہیں ہے

طلب کا ہاتھ بڑھتا جا رہا ہے
خیالِ وسعتِ داماں نہیں ہے

خفا بے وجہ ناصح ہو رہے ہو
تمہاری بات کچھ قرآں نہیں ہے

وہ مست حال ہے صفیؔ کہ اس کو
غمِ دل ہے غمِ دوراں نہیں ہے

حسد کینہ عداوت دشمنی دیکھی نہیں جاتی
یہی ہے زندگی تو زندگی دیکھی نہیں جاتی

خود اپنی زندگی سے دِل لگی دیکھی نہیں جاتی
یہ الفاظ دگر یہ خودکشی دیکھی نہیں جاتی

ہر اک جانب کدورت ہی کدورت جلوہ فرما ہے
اُخوت کی کہیں بھی روشنی دیکھی نہیں جاتی

مری نظروں میں وہ انساں بہائم سے بھی بدتر ہے
جس انساں سے اک انساں کی خوشی دیکھی نہیں جاتی

بدل سکتے ہو گر حالات تو میرے بدل ڈالو
اگر تم سے مری وارفتگی دیکھی نہیں جاتی

گریباں ہی سلامت ہے نہ دامن ہی سلامت ہے
ترے وحشی کی اب دیوانگی دیکھی نہیں جاتی

مجھے بخشا گیا ہے ایسا نازک دل کہ اے وصفی
کسی بھی آنکھ میں مجھ سے نمی دیکھی نہیں جاتی

www.faranjunedahmad.blogspot.in
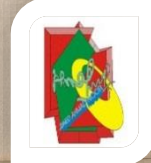
جنوں تاب جدھر بھی نظر اٹھا کے چلے
خرد کے ماروں کو حیراں بنا بنا کے چلے

رواجِ عام کے ہم ہو سکے نہ زندانی
خود اپنی راہ الگ سب سے اک بنا کے چلے

اسے گزند نہ پہنچی کبھی زمانے میں
قدم قدم پہ جو دامن بچا بچا کے چلے

ہمیشہ جبر و تشدد کے شل کئے بازو
حوادثات سے پیہم نظر مِلا کے چلے

ابھی تمام دیئے نفرتوں کے بُجھ جائیں
دلوں میں شمع محبت کوئی جلا کے چلے

روش نے اہلِ محبت کی یہ کیا ثابت
وہ درد مند نہیں دِل جو دِل دکھا کے چلے

ہزار طرح سے وصفی ہزار پہلو سے
ہمارا ضبط غمِ دل وہ آزما کے چلے

نہ خود پیو نہ کرو فکر تم پلانے کی
کوئی تو بات کرو ناصحا ٹھکانے کی

کوئی بھی بات ہو حاصل نہیں ثبات اسے
بتا رہی ہیں یہی گردشیں زمانے کی

چھلک اٹھے ہیں ان آنکھوں سے احمریں آنسو
حقیقت ان پہ کھُلی جب مرے فسانے کی

ہر ایک چین کی بنسی بجا رہا ہے یہاں
ہمیں کو راس نہ آئی ہَوا زمانے کی

کہیں جو فرطِ حیا سے نظر نہ اُٹھتی تھی
اَدائیں سیکھ لیں اس نے بھی دل لُبھانے کی

مَیں جانتا ہوں تلوّن مزاجیاں ان کی
کبھی نہ بات کریں گے کوئی ٹھکانے کی

فضولیات میں وصفی کٹی تمام حیات
کبھی نہ فکر ہوئی زندگی بنانے کی
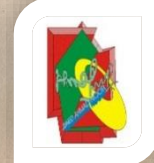
شعلۂ عشق جو سینے میں فروزاں ہوتا
چاک دِل چاک جگر چاک گریباں ہوتا

کاش کہ فرض سے اپنے نہ گریزاں ہوتا
کم سے کم اتنا تو انساں نہ پریشاں ہوتا

حد سے بڑھنا ہی جب اسکا تھا دوا ہو جانا
درد کس واسطے منّت کشِ درماں ہوتا

قیس و فرہاد کے افسانے دھرے رہ جاتے
مجھ سے ایسا جو کوئی کارِ نمایاں ہوتا

میرا جو حال ہے اس حال میں رہنے دیتا
مجھ پہ احسان ترا گردشِ دوراں ہوتا

آتشِ غم نے جلا ڈالے سب آنسو ورنہ
ایک قطرہ بھی اگر ہوتا تو طوفاں ہوتا

یوں نہ برباد زمانہ کوئی ہوتا وصفی
اپنے حالات کا انساں جو نگہباں ہوتا

عالم یہ ہے کہ آنکھ بھی اب اپنی نم نہیں
یہ انتہائے غم ہے کہ احساس غم نہیں

ان کی مجھے تلاش ہے ان کی ہے جستجو
میری نظر میں دَیر نہیں ہے حرم نہیں

آیا خیالِ غیر تو دل نے مرے کہا
یہ ان کی جلوہ گاہ ہے بیت الصنم نہیں

انعام ہے خود اپنی جگہ اپنی زندگی
کیسے کہوں کہ آپ کا مجھ پر کرم نہیں

ان کی خوشی تو پوری ہوئی وہ تو خوش ہوئے
دُنیا مری تباہ ہوئی کوئی غم نہیں

اے دِل کٹی ہے جہدِ مسلسل میں زندگی
دشواریٔ حیات مری پھر بھی کم نہیں

وصفی نہ مل سکے گی تمہیں داد بزم سے
آواز میں تمہاری اگر زیر و بم نہیں
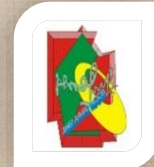
احساس کرم کا گر بیدار نہ کر جائے
مارا ہوا گردش کا کیا جانے کدھر جائے

اک راہ میں کعبہ ہے، اک راہ میں بتخانہ
بتلایئے دیوانہ اب ان کا کدھر جائے

کیا کس پہ گذرتی ہے یہ ان کی بلا جانے
جیتا ہو جئے کوئی مرتا ہو تو مر جائے

اس رات پہ دِل قرباں اس رات کا کہنا کیا
وہ رات جو یادوں میں تیری ہی گزر جائے

جو بات بنے اس پر حق اہلِ خرد کا ہو
جو بات بگڑ جائے دیوانے کے سر جائے

ہر بات میں کوشش تو ہے شرط مگر یارو
بے فائدہ ہر کوشش جب وقت گزر جائے

تدبیر سے اے وصفی کچھ بھی نہ ہوا حاصل
مرضی ہو اگر ان کی تقدیر سنور جائے

ثوابت پہ ہے اور نہ سیّارگاں پر
خدا جانے منزل ہے میری کہاں پر

ہو رہبر ہی گمراہ جس کارواں کا
خدا رحم فرمائے اس کارواں پر

انھیں خوں کے آنسو بھی رونا پڑے گا
ابھی ہنس رہے ہیں مری داستاں پر

گلستاں میں گلچیں تھا صیّاد بھی تھا
گری برق لیکن مرے آشیاں پر

دعاؤں نے بابِ اثر پالیا ہے
مرا زور چلتا ہے اب آسماں پر

خدا پر بھروسہ نہ ہو جن کو یارو
بہائیں وہی اشک جورِ بتاں پر

مری کج کلاہی حقیقت ہے وشتی
مزاج آج بھی ہے مرا آسماں پر
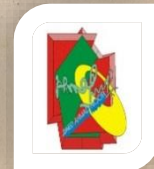
گذرے ہوئے حالات کی تلخی کو بھلا دیں
اب آیئے ماحول کو شائستہ بنا دیں

دینا ہے تو دیں مجھکو طلب ہے وہ سوا دیں
یا دِل سے تمنّا و طلب میرے مٹا دیں

ہیں میری نگاہوں میں وہی لائقِ تکریم
جو مفسدہ پرواز کے فتنوں کو مٹا دیں

ہے کعبہ وہیں ان کا وہیں ان کا حرم ہے
دیوانے جہاں آپ کے سر اپنا جھکا دیں

چاہا ہے انھیں میں نے یہی میری خطا ہے
اس جرم کی جو چاہیں مجھے لوگ سزا دیں

یا دیں پر پرواز کو وہ جرأتِ پرواز
یا میری اسیری کی وہ میعاد بڑھا دیں
دیوانوں کو دیوانہ فقط آپ نہ سمجھیں
دیوانے جسے دیکھ لیں دیوانہ بنا دیں
آنے کی خبر ان کی کوئی لائے تو صفیؔ
ہم راہ میں ان کی ابھی پلکوں کو بچھا دیں
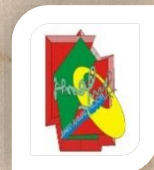
www.faranjunedahmad.blogspot.in

پھول کھلیں گے دامن دامن
اب کے جو برسا آنکھ سے ساون
برق کا خطرہ گلشن گلشن
ایسے میں کیا پروائے نشیمن
سامنے آکر کھینچ کے چلمن
اور بڑھا دی آپ نے الجھن
دل کانٹوں کا ٹوٹ نہ جائے
کھینچ تو لوں میں اپنا دامن
روٹھ گیا ہے مجھ سے زمانہ
چھوٹ گیا ہے ان کا دامن
حال مریضِ غم کا نہ پوچھو
گھٹ گئیں نبضیں بڑھ گئی الجھن
مذہب اپنا عشق ہے صفیؔ
باقی جانیں شیخ و برہمن

ہوش کی باتیں کیا کرتا ہے دیوانہ ابھی
نامکمل ہے جنوں کا شاید افسانہ ابھی

ترک کیوں کر ہو حدیث جام و پیمانہ ابھی
چل رہا ہے ساقی و ناصح میں یارانہ ابھی

ان کے ہونٹوں تک نہیں پہنچا ہے پیمانہ ابھی
جن کے دم سے ہے وقارِ بزمِ رندانہ ابھی

نفی اور اثبات اب ہو لاکھ جاری ہی سہی
دل مگر شیخ حرم کا ہے صنم خانہ ابھی

ان کی بخشیدہ بصیرت کی بدولت دوستو
دیکھتا ہوں ان کا جلوہ بے حجابانہ ابھی
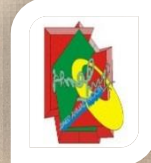
زخموں نے دل کو اشک بہاراں کیا تو ہے
اس کا کرم کہ اس نے یہ احساں کیا تو ہے

اہلِ جنوں بھی دیکھیں گے اب انکے حوصلے
اہلِ خرد نے عزمِ بیاباں کیا تو ہے

اے ہم نفس شعورِ نفس بھی تو شرط ہے
جلووں نے رازِ حُسن نمایاں کیا تو ہے

پیرِ مُغاں پہ دیکھئے ہوتا ہے کیا اثر
واعظ نے شغل بادۂ عرفاں کیا تو ہے

ہر ایک کے لئے نہیں لیلائے آرزو
ہر بوالہوس نے چاک گریباں کیا تو ہے

وصفی کہیں نہ ننگِ وفا اہلِ دل تمہیں
اشکوں کو تم نے زینتِ مژگاں کیا تو ہے

خوشی میں غم کی اگر چاشنی نہیں ملتی
تو زندگی میں کوئی دلکشی نہیں ملتی

ہر اک کلی ہے فسردہ ہر ایک گل ہے اداس
کسی کے لب پہ ہمیں تازگی نہیں ملتی

مری نگاہ میں اس کا کوئی مقام نہیں
کہ جس کی زیست میں سنجیدگی نہیں ملتی

بھٹک رہے ہیں اندھیروں میں عقل کے دشمن
تلاشِ روشنی ہے روشنی نہیں ملتی

نفس کی آمد و شد کا حیات نام نہیں
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

یہ دَور وہ ہے خدا آگہی کا ذکر ہی کیا
ستم تو یہ ہے کہ خود آگہی نہیں ملتی

یہاں ملیں گی تمہیں خاکساریاں وصفی
گدائے عشق میں شانِ کئی نہیں ملتی

www.faranjunedahmad.blogspot.in
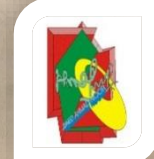
کاش سمجھتے اہلِ زمانہ
کیا ہے حقیقت کیا ہے فسانہ

عشق کا شیوہ حسن کی فطرت
ایک حقیقت ایک فسانہ

راہِ وفا دشوار بہت ہے
سوچ سمجھ کر پاؤں بڑھانا

تم نہ ہو جس کے کون ہوا اس کا
جس کے ہوئے تم اس کا زمانہ

رہروِ راہِ عشق و محبت
جان تو دینا لب نہ ہلانا

پہلوئے گل میں خار نہاں ہیں
گلچیں اپنا ہاتھ بچانا

ہم نے تو وصفی پایا ہے اکثر
جلوہ بہ جلوہ خانہ بہ خانہ

جانے کتنے گھر بہ فیضِ عشق ویرانے ہوئے
یہ حقیقت ہم ہی کیا خود وہ بھی ہیں مانے ہوئے

میکشو آؤ پیو اور جشنِ رندانہ مناؤ
حضرت ناصح ہیں اپنے جانے پہچانے ہوئے

اس کا چہرا ابھی مری نظروں سے پوشیدہ نہیں
سر سے پا تک مکر کی چادر جو ہے تانے ہوئے

کتنے ہاتھوں میں ہیں پتھر کتنے لب پر قہقہے
ایک دیوانے کی خاطر کتنے دیوانے ہوئے

اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہم نے وصفی انقلاب
غیر کی خاطر سے کتنے لوگ بیگانے ہوئے

کیا چیز محبت ہے زمانے کو دکھا دو
دل صاف کرو اتنا کہ آئینہ بنا دو

تعمیرِ گلستاں کے لئے کیا ہے ضروری
بھولے ہیں جو یہ بات انھیں یاد دلا دو

معلوم ہوں سب ایک ہی کنبے کے ہیں افراد
یوں شمعِ مساوات و اخوت کو جلا دو

اب دور نہیں آپ سے کچھ آپ کی منزل
منزل کی طرف ایک قدم اور بڑھا دو

یوں مل کے رہو اہلِ چمن صحنِ چمن میں
دشمن کے لئے آہنی دیوار بنا دو

یہ اندرا گاندھی سے سبق ہم کو ملا ہے
فتنہ جب اٹھے کوئی تو طاقت سے دبا دو

وصفی ہے یہی فرض یہی شرط وفا بھی
اس خاک کے ہر ذرے کو گلزار بنا دو

نظر آتے ہیں کچھ کچھ مہرباں سے
حجاب اُٹھنے لگا ہے درمیاں سے

سمجھ میں آئیں تو آئیں کہاں سے
وہ برتر ہیں مرے وہم و گماں سے

وہی تو منزلِ دار و رسن ہے
نظر آتے ہیں وہ ہر دم جہاں سے

خدا ایسے مسافر کا نگہباں
بچھڑ کر رہ گیا جو کارواں سے

درِ مقصود حاصل ہو نہ جب تک
اٹھا ہرگز نہ سر کو آستاں سے

کریں وہ کس لئے فکرِ نشیمن
جنھیں نسبت ہو پودے گلستاں سے

ستانے کو دلِ عشاق وصفی
زمیں یہ کم نہیں ہے آسماں سے

www.faranjunedahmad.blogspot.in
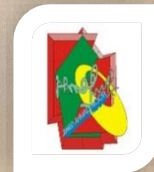
غم سے گھبرا کے کبھی نالۂ و فریاد نہ کر
عزتِ نفس کسی حال میں برباد نہ کر

دل یہ کہتا ہے کہ دے اینٹ کا پتھر سے جواب
جو تجھے بھولے اسے تو بھی کبھی یاد نہ کر

توڑ دے بندِ قفس کچھ بھی اگر ہمت ہے
اک رہائی کے لئے منتِ صیاد نہ کر

اپنے حالات کو بہتر جو بنانا ہے تجھے
عہدِ رفتہ کو کبھی بھول کے بھی یاد نہ کر

حال کو دیکھ سمجھ وقت کی قیمت اے دوست
فکرِ فردا میں کبھی وقت کو برباد نہ کر

زندگی بنتی ہے کردار سے، کردار بنا
مختصر زیست کے لمحات کو برباد نہ کر

کبھی بدلا ہے نہ بدلے گا محبت کا مزاج
اہلِ دل ہے تو کسی دل کو بھی ناشاد نہ کر

مدعی علم کا ہے جہلِ مرکب لاریب
قولِ فیصل ہے فراموش یہ ارشاد نہ کر
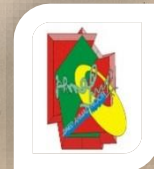
مشفق و ہمدرد و مخلص اب کہاں
یعنی جو ملتا ہے بے مطلب کہاں

رازدار و غم گسار و اہلِ دل
ہوں گے دو ہی ایک یا رو سب کہاں

عشق میں پابندیِ دیر و حرم
ان کے دیوانوں کا یہ مذہب کہاں

اس طرح برگشتہ و دامن کشاں
جا رہے ہیں آپ اے صاحب کہاں

بے وفائی کا انھیں الزام دوں
یہ مری جرأت مرا منصب کہاں

کتنے بھولے پن سے فرماتے ہیں وہ
آپکو دیکھا ہے لیکن کب کہاں

جسے ہم نے سینچا ہے دے کر لہو
مٹا دے نہ اس کو کوئی زشت خو
اسے بیوفا کس طرح میں کہوں
وہی ہے مرے عشق کی آبرو
ہے دونوں ہی سے زینتِ انجمن
سخنور ہے کوئی کوئی خوش گلو
تجھے بھول جاؤں یہ ممکن نہیں
مری زندگانی کا حاصل ہے تو
جسے چاک کر جائے دشتِ جنوں
خرد کیا کرے گی وہ دامن رفو
یہ تقدیس ہے میرے محبوب کی
کوئی نام لیتا نہیں بے وضو
یہ مانا محبت بڑی چیز ہے
مگر اس کا حامل نہ میں ہوں نہ تو

www.faranjunedahmad.blogspot.in
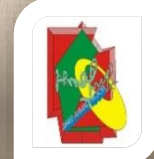
وہی مقصد میں یارو کامراں ہے
جو اپنے عزم و ہمت کا جواں ہے
مزے سے کٹ رہی ہے زندگانی
خدا کا فضل مجھ پر بے کراں ہے
عروجِ آدمِ خاکی تو دیکھو
کہ مسجودِ دل کرّ و بیاں ہے
اگر فردوس ہے کوئی زمیں پر
تو وہ فردوس میرا گلستاں ہے
جو آیا وہ یہیں کا ہو رہا بس
ہمارا ملک ایسا مہرباں ہے
ترقی کی کھلی ہیں شاہراہیں
جوانو اب تمہارا امتحاں ہے
ہے صلحِ کل ترا مسلک تو وصفی
دلِ حاسد پہ آخر کیوں گراں ہے

یہ کس نے کہا تم سے کہ آرام ہمیں دو
ہم خوگرِ آلام ہیں آلام ہمیں دو

ہم نے بھی بڑا کام محبت میں کیا ہے
ہم لائقِ انعام ہیں انعام ہمیں دو

گر اہلِ محبت ہو تو اے اہلِ محبت
تبلیغِ محبت کا کوئی کام ہمیں دو

ہم عشق کے ماروں کا کوئی نام نہیں ہے
ہم عشق کے مارے ہیں کوئی نام ہمیں دو

اسلام جسے لائے تھے اسلام کے بانی
دے پاؤ تو اے شیخ وہ اسلام ہمیں دو

سرشار جسے پی کے ہوئے سرمد و منصور
اے ساقیٔ میخانہ وہی جام ہمیں دو

وہ جس کا ہر اک لمحہ تری یاد میں گزرے
وہ صبح ہمیں چاہیے وہ شام ہمیں دو
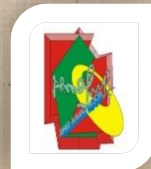
یوں تو محفل میں تری جام پہ جام آتا ہے
تیرے ہاتھوں جو ملے کیف دوام آتا ہے

ہاتھ میں جب کسی مے نوش کے جام آتا ہے
عالمِ وجد میں ساقی کا سلام آتا ہے

ہر نفس نامہ ہر اک لمحہ پیام آتا ہے
راہِ اُلفت میں یہ مشکل سے مقام آتا ہے

وقت پڑنے پہ جو ہر ایک کے کام آتا ہے
نیک افراد میں اس شخص کا نام آتا ہے

کوئی نامہ نہیں آتا نہ پیام آتا ہے
غیر کے ہاتھ فقط اب تو سلام آتا ہے

جوشِ وحشت میں اگر دشت میں رکھتا ہوں قدم
قیس کہتا ہے کہ وہ میرا امام آتا ہے

مجھ پہ آتی ہے بہ ہر حال تباہی وصفی
جب بھی گلشن میں نیا کوئی نظام آتا ہے

■■

ہر عمل میں قصور رہتا ہے
دل اگر بے حضور رہتا ہے

جس کے سینے میں نور رہتا ہے
جہل سے دور دور رہتا ہے

ہو گیا جو شکارِ وہم و گماں
وہ حقیقت سے دور رہتا ہے

بزمِ ناصح میں ہر گھڑی یارو
قصۂ نار و نور رہتا ہے

حُسن والوں میں ہم نے دیکھا ہے
عارفانہ غرور رہتا ہے

کون اپنا ہے کون بیگانہ
کس کو اتنا شعور رہتا ہے

ان کی ہر مصلحت بجا ہے صفی
دل مگر ناصبور رہتا ہے

بشر کل تھے کیا آج کیا بن گئے ہیں
اصول ایسے کچھ رہنما بن گئے ہیں

وفا جن کا شیوہ وفا جنکی فطرت
وہی اب حریفِ وفا بن گئے ہیں

مجھے احتیاجِ بیانِ الم کیا
مرے غم کا وہ آئینہ بن گئے ہیں

جو واقف نہیں سمتِ قبلہ سے خود ہی
وہی آج قبلہ نُما بن گئے ہیں

ستمراں ستمگر ستم کوش یارو
مرے دل کا اب مدعا بن گئے ہیں

یہاں بیگناہی بھی جرم و خطا ہے
سراپائے جرم و خطا بن گئے ہیں

کہاں پائیں گے پارسا آپ صفی
خطا کار سب پارسا بن گئے ہیں
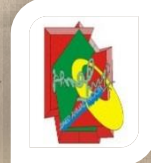
اے بتو اب ستم نہیں ہوتا
ہائے یہ بھی کرم نہیں ہوتا

دے رہے ہیں تسلّیاں وہ بھی
دردِ دل ہے کہ کم نہیں ہوتا

سر یہ خود دار اے معاذ اللہ
کٹ تو سکتا ہے خم نہیں ہوتا

دل جو رہتا ہے مست حال کبھی
مبتلائے الم نہیں ہوتا

خود پرستی کا آج کل جذبہ
بڑھتا جاتا ہے کم نہیں ہوتا

راستی ایسی راہ ہے جس میں
کوئی بھی پیچ و خم نہیں ہوتا

کہہ دو شیشہ گروں سے اے وصفی
آئینہ جامِ جم نہیں ہوتا

www.faranjunedahmad.blogspot.in
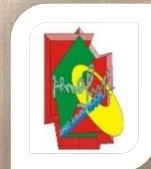
اگر آپ اُردو زباں چھوڑ آئے
سمجھئے متاعِ گراں چھوڑ آئے

حقیقت کی جانب قدم بڑھ گئے ہیں
مقاماتِ وہم و گماں چھوڑ آئے

مسافر تری راہ کی جستجو کے
خیالاتِ سود و زیاں چھوڑ آئے

کوئی بزم ہو ہم جہاں سے اُٹھے ہیں
محبّت کی اک داستاں چھوڑ آئے

یہ بازی گرانِ سیاست بھی کیا ہیں
بہاروں کے پیچھے خزاں چھوڑ آئے

وہ کردار اپنا جو تھا لاَمثالی
وہ کردار یارو کہاں چھوڑ آئے

وہ ننگِ چمن تھے جو گلشن سے وصفی
چلے آئے اور آشیاں چھوڑ آئے

ستم وجود پہ فریاد نہ کرنے والے
منزلِ صبر و رضا سے ہیں گزرنے والے

خود کو آئین کا پابند نہ کرنے والے
اپنی ہستی پہ خود الزام ہیں دھرنے والے

اپنی طاقت کا جو اظہار کیا کرتے ہیں
ان سے کہیے کہ ہیں حالات بدلنے والے

ہم نے دیکھے ہیں زمانے کے نشیب اور فراز
ہم نہیں ہیں کبھی حالات سے ڈرنے والے

حل نہ کر پائے ابھی مسئلہ موت و حیات
وہ بھی جو چاند سے آگے ہیں گزرنے والے

سخت دشوار ہے پابندیِ آئینِ حیات
اور آسان سمجھتے ہیں سمجھنے والے

کوئی مقصد نہیں تو زیست ہے وصفی لاشے
نقش یہ بھی کہیں ہوتے ہیں ابھرنے والے

www.faranjunedahmad.blogspot.in
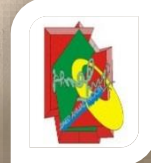
جذبات دل کے دل میں دبائے ہوئے ہیں لوگ
چہرے پسِ نقاب چھپائے ہوئے ہیں لوگ

جہلِ خرد کو کام میں لائے ہوئے ہیں لوگ
ہر گھر کو قتل گاہ بنائے ہوئے ہیں لوگ

اوروں کی کائنات کا ہر سو ہے جائزہ
اور اپنی کائنات چھپائے ہوئے ہیں لوگ

اللہ جانے کیسا زمانہ اب آگیا
اک حشر قبلِ حشر اٹھائے ہوئے ہیں لوگ

ہر گام پر ہیں جبر و تشدّد کے مشغلے
لیکن سرِ نیاز جھکائے ہوئے ہیں لوگ

افراط التفات کا مارا ہوا ہوں میں
ذرّے کو آفتاب بنائے ہوئے ہیں لوگ

مہکی مہکی جو گلستاں سے ہوا آئی ہے
ان کی زلفوں کی مہک ہے جو اُڑا لائی ہے

ہر نفس جَور ہے ہر گام پہ رسوائی ہے
آپ سے ترکِ محبت کی سزا پائی ہے

کام آتا ہے یہاں کون کسی کے یارو
جس کو دیکھا ہے وہ خاموش تماشائی ہے

کتنا غمناک ہے افسانہ مری الفت کا
میرے محبوب تری آنکھ بھی بھر آئی ہے

آج اخلاق و مساوات کوئی شے ہی نہیں
اب تو ہر گام پہ اک مصلحت آرائی ہے

ایسی دنیا ہے یہ دنیائے محبت وصفی
لَب کا ہلنا بھی یہاں باعثِ رسوائی ہے

www.faranjunedahmad.blogspot.in
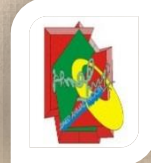
غیر کے ہوں، ہم مٹیں جن کے لئے
جی رہے تھے کیا اسی دن کے لئے

حشر تک رہنے کی ہیں تیاریاں
آئے تھے دنیا میں دو دن کے لئے

پھر رہی ہیں بلبلیں حسرت کے ساتھ
اپنے منقاروں میں کچھ تنکے لئے

وہ روادار اَب نہیں ہیں بات کے
وقف کی تھی زندگی جن کے لئے

اب تو مجھ سے تم کو کچھ شکوہ نہیں
تم نے بدلے مجھ سے گن گن کے لئے

ان کی زُلفوں کا تصور الاماں
رات بوسے جس نے گن گن کے لئے

جیل ہے وصفی یہ دنیائے حسیں
سچ تو یہ ہے ایک مومن کے لئے

شہیدِ رہِ عامیاں ہو گئے ہم
یہ سوچا تو گریہ کناں ہو گئے ہم

کبھی وجہ تسکین قلب و نظر تھے
طبیعت پہ جن کی گراں ہو گئے ہم

ہمیں دے خراجِ محبّت زمانہ
اس اقلیم پر حکمراں ہو گئے ہم

یہ تقدیر اپنی یہ اپنا مقدّر
غبارِ رہِ کارواں ہو گئے ہم

ہمارے مٹانے کی کوشش ہے ہر سو
ارے اب تو اُردو زباں ہو گئے ہم

زمانے کا کیا حال ہوگا یہ سوچو
اگر محوِ خوابِ گراں ہو گئے ہم

مِلا ہے ہمیں دار کا حکم وصفیؔ
محبّت میں اب کامراں ہو گئے ہم

www.faranjunedahmad.blogspot.in
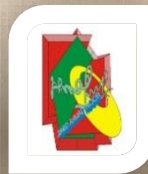
مَیں مزے کے ساتھ رہنِ گردشِ ایّام تھا
آنکھ میں تصویر دل میں یاد لب پر نام تھا

کیا کہوں کیفیتِ دردِ محبّت کیا کہوں
میری آنکھوں سے ٹپکتا بادۂ گلفام تھا

بیقراری زندگی تھی جب کہ مَیں تھا بیقرار
موت کہتے ہیں جسے تسکین دل کا نام تھا

ہچکیاں آتی تھیں پیہم نالے کرتے تھے سدا
ہر نفس اک نامہ تھا ہر لمحہ اک پیغام تھا

دل میں کیفیت تھی اور آنکھوں میں عالم نور کا
وہ نظر کے سامنے تھے دیکھنے سے کام تھا

وصفیؔ مغرب کی ہوا ہے اہلِ مشرق کو لگی
ورنہ ہندوستان میں آرام ہی آرام تھا

بلندی پر کبھی ہم تھے کہ تھا ہر علم و فن اپنا
کہیں اے کاش لَوٹ آتا وہی دورِ کہن اپنا

ترا کیا حق پہنچتا ہے ارے صیاد گلشن پر
گل اپنے غنچے اپنے باغباں اپنا چمن اپنا

زمین کوچۂ جاناں ہی جب اپنی بنی دشمن
نکالے پھر نہ دل ارمان یہ چرخِ کہن اپنا

نہ آئی بخیہ گر کو بھی کبھی قطع و برید ایسی
کیا دستِ جنوں نے ٹھیک جیسا پیرہن اپنا

یونہی آپس میں ہم لڑتے رہے تو اکدن صفیؔ
خود اپنے ہاتھ سے برباد کر لیں گے وطن اپنا
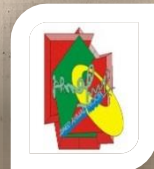
نفس نفس جو مجھے یاد آ رہا ہے کوئی
متاعِ درد کی قیمت بڑھا رہا ہے کوئی

دل و دماغ کی کلیاں کھلا رہا ہے کوئی
بہار بن کے گلستاں پہ چھا رہا ہے کوئی

وہ سُن رہے ہیں فسانہ ہماری الفت کا
مزے کی بات ہے انکو سُنا رہا ہے کوئی

ہمارا ہاتھ گریباں پہ اے معاذ اللہ
جنونِ عشق کی ہمت بڑھا رہا ہے کوئی

یہی تو ریت ہے دُنیا کی حضرتِ صفیؔ
کہ رو رہا ہے کوئی مسکرا رہا ہے کوئی

کبھی جب نظر اُٹھی ہے سوئے دہر فاتحانہ
تو سہم سہم گئی ہے یہی گردشِ زمانہ

مجھے خوف کیا کسی کا مرے ساتھ ہے زمانہ
جو قدم اٹھے گا میرا وہ اٹھے گا فاتحانہ

مرے جذبۂ وفا کی بڑی قدر کی ہے تم نے
کہ نگاہ تک نہ ڈالی کبھی مجھ پہ منصفانہ

وہ ملیں گے دستِ حسرت کسی روز دیکھ لینا
مرے بعد جب سُنیں گے مرے عشق کا فسانہ

ذرا ٹھیس جب لگے گی تو چھلک اٹھیں گے ساغر
مری چشمِ تر کو وصفی کوئی چاہیے بہانہ
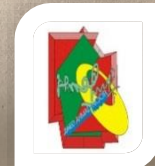
www.faranjunedahmad.blogspot.in

کوئی خود سے جو بیگانہ نہ ہوگا
شریکِ بزمِ جاناں نہ ہوگا

بہت دیوانے دیکھے ہوں گے تم نے
کوئی مجھ سا تو دیوانہ نہ ہوگا

محبّت کی یہ شرطِ اوّلیں ہے
تڑپنا ہوگا تڑپانا نہ ہوگا

چھلک جائے ذرا سی ٹھیس پر جو
وہ میرے دل کا پیمانہ نہ ہوگا

دِلوں میں درد جو پیدا نہ کر دے
محبّت کا وہ افسانہ نہ ہوگا

جلے گی شمع محفل میں سحر تک
مگر افسوس پروانہ نہ ہوگا

جبیں جب جا کبھی اے وصفی جھکے گی
وہ کعبہ ہوگا بُت خانہ نہ ہوگا

اب مَیں کروں تو کس لئے آخر شمارِ غم
جب آپ ہی ہوئے بھی مرے غمگسارِ غم

راحت اگر ملی ہے ہمیں تو وہیں ملی
کہتے ہیں لوگ جن کی گلی کو دیارِ غم

دُنیا میں انبساط کو حاصل نہیں دوام
ہے اعتبارِ غم کا کرو اعتبارِ غم

یوں تو ہے غم اُٹھانے کا ہر ایک مدعی
قائم ہے میری ذات سے لیکن وقارِ غم

ان کا کرم کہ بخشا ہے غم اپنا دوستو
آنے نہ پائے دیکھئے دل پر غبارِ غم

پیدا کیا خدا نے ہمیں غم کے واسطے
جب اُٹھ سکا کسی کے اُٹھائے نہ بارِ غم

فتویٰ یہ اہلِ دل کا ہے وصفی بالاتفاق
صابر نہیں وہ اصل کرے جو شمارِ غم

www.faranjunedahmad.blogspot.in

کیا کیا سپردِ خاک ہوئے نامور تمام
اک روز سب کو کرنا ہے اپنا سفر تمام

میری نظر نے لوٹ لئے جلوہ ہائے حُسن
حسرت سے دیکھتے ہی رہے دیدہ ور تمام

تم نے تو اپنا کہہ کے مجھے لوٹ ہی لیا
ماتم کناں ہے میرے لئے گھر کا گھر تمام

مانا کہ میرے لب نہ ہلے رعبِ حُسن سے
روداد دِل تو کہہ ہی گئی چشمِ تر تمام

اب دیدنی ہے آپ کے بیمارِ غم کا حال
مایوس آ رہے ہیں نظر چارہ گر تمام

راہِ وفا میں حد سے ہم آگے گزر گئے
دو گام چل کے بیٹھ گئے راہبر تمام

چھوڑے ہیں ہم نے نقشِ محبت ہر اک جگہ
واقف ہمارے حال سے ہیں بام و در تمام
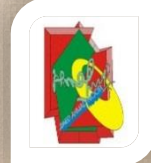
خودی کیا چیز ہے یہ بات گر محسوس کی ہوتی
گدائی میں بھی حاصل آپ کو شانِ کئی ہوتی

سکینہ قلب میں اور روح میں بالیدگی ہوتی
تمہارا آستاں ملتا تو کامل بندگی ہوتی

اگر روداد دِل خندہ جبینی سے سُنی ہوتی
خوشی کے مارے مر جاتا مجھے اتنی خوشی ہوتی

خدا شاہد ہے ہر سجدہ ہمارا رائگاں ہوتا
نہ ان کا آستاں ملتا نہ کامل بندگی ہوتی

بڑی تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں بزمِ امکاں میں
نہ جلتا خونِ دل میرا نہ اتنی روشنی ہوتی

اگر کردار کے سانچے میں خود کو ڈھال لیتے ہم
ہماری زندگی بھی اک مثالی زندگی ہوتی

نہ رُک جاتے اگر پلکوں پہ آکر اشک ہائے غم
حضورِ حُسن اے وصفی بڑی شرمندگی ہوتی
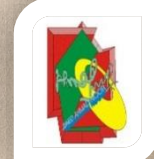
ترے دیار ترے سنگِ در سے گذرا ہوں
حسین شام نرالی سحر سے گذرا ہوں

مَیں جانتا ہوں نشیب و فرازِ عالم کو
سوادِ شام نمودِ سحر سے گذرا ہوں

ہر ایک گام پہ چھوڑا ہے ایک نقشِ وفا
رہِ وفا میں جہاں سے جدھر سے گذرا ہوں

جہاں سے آئے ہیں بے پردہ وہ نظر مجھ کو
مَیں اس مقام سے اس بام و در سے گذرا ہوں

حریف آگ میں خود جل کے اپنی خاک ہوا
بڑے سکوں سے تری رہگذر سے گذرا ہوں

نفس نفس نہ تری یاد دل میں آئی ہو
نہ ایسی شام نہ ایسی سحر سے گذرا ہوں

شعور فکر و نظر کا جہاں سے درس مِلا
میں ایسی بزمِ حقیقت نگر سے گذرا ہوں

میں امتحان کا قائل نہیں مگر وصفیؔ
ہزار عیب سے صدہا ہنر سے گذرا ہوں

▬▬
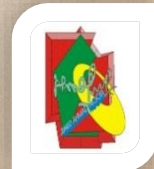
خوشی جو سچ پوچھو تو انھیں کی ہماری کوئی خوشی نہیں ہے
جو ان کی مرضی سے ہٹ کے گذرے وہ زندگی زندگی نہیں ہے

کلی فسردہ اُداس غنچے گلوں میں بھی تازگی نہیں ہے
نہیں اگر تو ہی جانِ گلشن چمن میں بھی زندگی نہیں ہے

کسے خبر تھی یہ میکدے میں یہی سنبھالیں گے میکدے کو
ابھی جنھیں کہہ رہی تھی دنیا شعورِ بادہ کشی نہیں ہے

ازل سے الفت ہے جنکی فطرت انھیں سے یہ کہہ رہے ہیں ناصح
دیارِ الفت میں پاؤں رکھنا ہنسی نہیں دِل لگی نہیں ہے

بتا رہے ہیں کہ تلخ ہے مے اور اس کا انجام بھی بُرا ہے
غلط ہے جو لوگ کہہ رہے ہیں جنابِ ناصح نے پی نہیں ہے

جو چند لفظی رعایتوں میں اُلجھ کے رہ جائے ذہن وصفیؔ
وہ صرف تقلیدِ اہلِ فن ہے مذاق ہے شاعری نہیں ہے

اسکے قبضے میں ہو سارا گلشن
تھام لے بڑھ کے جو انکا دامن
پتّی پتّی پہ احساں ہے میرا
لاکھ مانیں نہ یہ اہلِ گلشن
حشر برپا نہ ہو جائے کہدو
ڈال لیں اپنے سائے پہ چلمن
نام آتے ہی ان کا لبوں پر
تیز ہونے لگی دل کی دھڑکن
حال دل مجھ سے کیا پوچھتے ہو
حُسن ہے عشق کا آپ درپن
وہ پریشاں ہیں دیں کیا نہ دیں کیا
ہم پشیماں ہیں پھیلا کے دامن
آہِ سوزاں سے وہ دل نہ پگھلا
موم ہوتے رہے سنگ و آہن

گلشن میں ہم رہیں نہ رہیں آشیاں رہے
اچھی کہی مکیں نہ رہے اور مکاں رہے
ان کی رضا سے کوئی ہٹے تو کہاں رہے
بخشے انھوں نے غم بھی تو ہم شادماں رہے
زندہ دلی میں ملتے ہیں آثار زندگی
انساں کو چاہیے کہ ہمیشہ جواں رہے
دنیا تو قید خانہ ہے مومن کے واسطے
اچھے رہے جو دنیا سے دامن کشاں رہے
وصفی یونہی رہو کہ تقاضہ ہے وقت کا
دانتوں کے بیچ جیسے دہن میں زباں رہے
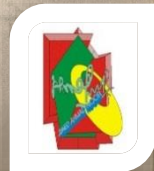
نفس جیسے جیسے مرتا جائے گا
دل کا آئینہ سنورتا جائے گا

جس قدر معیار اپنا ہوگا پست
اور شیرازہ بکھرتا جائے گا

یہ نہ ٹھہرا ہے نہ ٹھہرے گا کبھی
وقت ہے پیہم گذرتا جائے گا

راہزن روکا کریں گے راستہ
قافلہ پھر بھی گذرتا جائے گا

طنز کرتے ہیں کریں اہلِ خرد
یہ جنوں کام اپنا کرتا جائے گا

یہ ہی گر ماحول اے وصفی رہا
دل کا ہر جذبہ اُبھرتا جائے گا
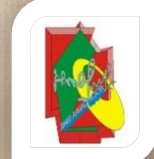
رہِ عمل میں ہمیشہ جو محوِ خواب رہے
کوئی بھی شعبہ ہو کیونکر وہ کامیاب رہے

ہمیں سے بات نہ ہو پائی ہم نے مان لیا
تم اپنے طرزِ تکلم میں لاجواب رہے

وہ عشق کیا ہے جو مہکے نہ مشک کی صورت
وہ حُسن حُسن نہیں ہے جو لاجواب رہے

ہمیں تو آپ نظر آتے ہیں ہر اک شے میں
زمانے بھر کی نظر میں پسِ حجاب رہے

ہزار شومیِ قسمت تھی پھر بھی اے وصفی
دیارِ یار میں پہنچے تو کامیاب رہے

حد سے بڑھ جائے تو راحت ہے پریشانی بھی
دلِ کمبخت مگر بات مری مانی بھی

تنگ دامانی بہر حال بُری ہوتی ہے
عیب اس دور میں ہے وسعتِ دامانی بھی

جس طرح عیش کے دن دور ہوئے ہیں لوگو
دُور ہو جائے گی اک روز پریشانی بھی

فصلِ گُل آئے ذرا جوشِ جنوں اور بڑھے
راس آجائے گی صحرا تری ویرانی بھی

آپ زحمت تو گوارا کریں سُننے کی کبھی
مختصر بھی ہے مری داستاں طولانی بھی

کر نہ پایا مَیں کبھی فطرتِ کج کی اصلاح
صرف کر ڈالی بہت کوشش امکانی بھی

یہ بھی اک دین ہے اس دور کی تصنیف جس میں
داعی امن بنے غولِ بیابانی بھی

اب وہ انساں کہاں انسان کے افسانے ہیں
جتنے چہرے ہیں مرے جانے ہیں پہچانے ہیں

جن کے سینوں میں فروزاں تھے محبت کے چراغ
آج خالی انھیں افراد سے کاشانے ہیں

ہم بس اس جُرم کی پاتے ہیں سزا دنیا میں
کیوں ترے نام کے اس دور میں دیوانے ہیں

جستجو اس کی کہاں کوئی کرے پائے کہاں
کعبے دل کے بھی ارے اب تو صنم خانے ہیں

باوضو پیتے تھے واعظ بھی کبھی سنتے ہیں
اب نہ وہ مے ہے، نہ وہ جام نہ میخانے ہیں
تو نے کیا بخشا ہے لوگوں کو بجز حزن و ملال
زندگی تیرے لئے لوگ جو دیوانے ہیں
چہرے خنداں تھے جہاں گُل کی طرح کَل وصفی
وقت کی بات وہاں آج عزاخانے ہیں
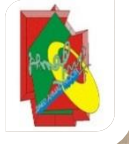
ان کے آنے کی جب خبر آئی
ہم نے گویا حیاتِ نَو پائی
یاد آتی رہی مجھے ان کی
دِل کو ملتی رہی توانائی
لاکھ افسانے کیجئے تصنیف
اور شئے ہے حقیقت آرائی
جانے کتنوں کو کر گئی برباد
علم و حکمت میں دل کی خودرائی
ساتھ دیتی نہیں ہے جب تقدیر
کام آتی نہیں ہے دانائی

دوسرے کی ہوئی ہوس پیدا
اک تمنائے دل جو بر آئی

چین پاتے نہیں کسی صورت
یہ ہوا و ہوس کے شیدائی

کون رخصت ہوا مرے گھر سے
سونی سونی ہے گھر کی انگنائی

ہوں تو محفل میں پھر بھی اے وصفی
دور ہوتی نہیں ہے تنہائی

■■
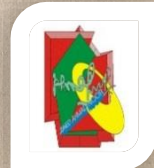
جب روشناس ہو گئے ان کی خوشی سے ہم
ہر طرح فیضیاب ہوئے زندگی سے ہم

ہم کو بھی اپنے وقت کا منصور جانئے
حد سے گزر رہے ہیں اب اپنی خودی سے ہم

انسان ہیں مزاج ہمارا ہے صلحِ کُل
رکھتے نہیں ہیں بیر کسی آدمی سے ہم

وہ بات اتنی سادہ نہیں تھی کسی طرح
جو بات کہہ گئے ہیں بڑی سادگی سے ہم

ہر بات ہیر پھیر کی ہر بات میں فریب
کتنا بھٹک گئے ہیں رہِ راستی سے ہم

محفل میں خود پرستوں کے شور نشور تھا
گذرے وہاں سے بھی تو بڑی خامشی سے ہم

جن کی نظر بلند ہے وصفی وہ کچھ کہیں
اپنی نظر میں آج بھی ہیں مبتدی سے ہم

■■

ہر چند کہ دِل بیٹھا کیا بارِ الم سے
دامانِ تبسّم نہ چھٹا پھر بھی تو ہم سے

کیا چیز محبّت ہے کسے کہتے ہیں الفت
یہ ہم بھی بتائیں گے اگر پوچھے ہم سے

قدرت کا عطیہ ہے جسے چاہے اسے دیں
بازار سے ملتی نہیں یہ دام و درم سے

کیوں دور ہوئی ہم سے مساوات و اخوت
پوچھیں گے کسی روز یہ ہم شیخ و حرم سے

شاعر ہوں سرِ دار بھی سچ بات کہوں گا
خائف نہیں ہونے کا کبھی جاہ و حشم سے

اے مالکِ کونین تباہی ہے یقینی
خالی جو کہیں لوٹی دعا بابِ کرم سے

سچ بات جو کہیے گا تو سچ یہ بھی ہے وصفی
ہندو بھی خفا ہوں گے مسلمان بھی ہم سے

www.faranjunedahmad.blogspot.in
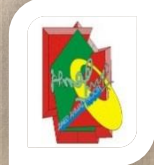
منزل ہماری منزلِ وہم و گماں نہیں
ہم کامراں نہیں تو کوئی کامراں نہیں

شوریدگانِ سر کو ملے گی کہاں اماں
کس جا زمیں نہیں ہے کہاں آسماں نہیں

یہ وقت کی ہے بات یہ ماحول کا اثر
گھر میں خود اپنے اپنا کوئی ہم زباں نہیں

وہ غم جو مجھ کو بخشا ہے میرے حبیب نے
کس نے کہا کہ حاصلِ عمرِ رواں نہیں

اس طرح ان کا نام ہماری زباں پہ ہے
جیسے ہمارے منہ میں ہماری زباں نہیں

احباب کے کرم کا بہر حال شکریہ
صورت کوئی ہو دل پہ ہمارے گراں نہیں

وصفی مرے کریم کا مجھ پر کرم ہے یہ
اپنا تو غم ہے مجھ کو غمِ دوستاں نہیں

مقدّر ہو تو لے ایسا کسی کا
وہ آئینہ ہیں میری زندگی کا

قدم ان کے جبیں نے پا لئے ہیں
مزا اب آرہا ہے بندگی کا

کسی دن جاکے بزمِ ناز میں ہم
سبب پوچھیں گے ان سے برہمی کا

جسے دیوانگی کہتی ہے دُنیا
وہ پَرتو ہے مری وارفتگی کا

تمہارے غم کو مَیں اپنا رہا ہوں
یہی مقصد ہے میری زندگی کا

جب اپنوں میں نہیں باقی محبّت
بھروسہ کیا کریں وصفی کسی کا

www.faranjunedahmad.blogspot.in
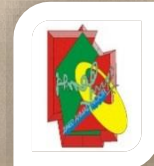
وہ اور ہیں جو سہل اور مشکل کو دیکھتے ہیں
ہم دھن میں اپنی ہر دم منزل کو دیکھتے ہیں

گہہ ان کو دیکھتے ہیں گہہ دل کو دیکھتے ہیں
طوفاں سے کھیلتے ہیں ساحل کو دیکھتے ہیں

ملنے کو یوں تو سب کو ملتا ہے انکے در سے
سنتے ہیں وہ طلب پر سائل کو دیکھتے ہیں

پھر کوئی فکر ہو گی مجھ پر نئے ستم کی
وہ بار بار آخر کیوں دل کو دیکھتے ہیں

کیا کچھ نہ کر گذرتے دیوانے بیخودی میں
جاں نذر کرنے والے کب دل کو دیکھتے ہیں

پاؤ گے یہ شعور رہِ عام پر کہاں
ملتا ہے ہر کسی کو غمِ معتبر کہاں

گُم ہو گیا ہو انکی جو ذات و صفات میں
اس کی نظر میں آئیں گے دیوار و در کہاں

جو دِل کے ساتھ وار دیں اپنی حیات بھی
اس دَور میں مِلیں گے وہ شوریدہ سر کہاں

غافل بتا رہا ہے یہ ہر پَل حیات کا
آتا ہے وقت لَوٹ کے بارِ دگر کہاں

غوّاص بن کے پائے گا تہہ خانۂ گہر
آغوشِ موج حاملِ لعل و گہر کہاں

وہ گوہرِ مُراد سے دامن بھریں مرا
یہ مہربانی ان کی مرے حال پر کہاں

دعویٰ تو ہر بشر کو انا الحق کا ہے مگر
وصفیؔ فرازِ دار پہ ملتے ہیں سر کہاں

www.faranjunedahmad.blogspot.in

کبھی سفر میں رہا میں کبھی حضر میں رہا
سکوں نصیب نہ میں عمرِ مختصر میں رہا

یہ مانتا ہوں ملے سنگ و خشت ہی مجھکو
یہ فیضِ عشق مگر میں نظر نظر میں رہا

وہ جس کی چاندنی آئی نہ میرے آنگن تک
وہ اشک بن کے مگر میری چشمِ تر میں رہا

تمہیں کسی نے نہ جانا کہ کیا کیا تم نے
ہر اک زباں پہ مرا ذکر ہر نگر میں رہا

شعور اس کا مکمّل نہیں اَدھورا ہے
تمہارے عشق کا سودا نہ جسکے سر میں رہا

مرا خیال نہیں ہے یہی حقیقت ہے
نظر سے انکی گرا جو وہ کس نظر میں رہا

ہزار ذرّۂ ناچیز ہے تو اے وصفیؔ
مگر وقار ترا چشمِ معتبر میں رہا
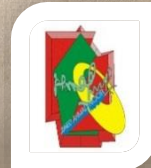
دِل ان کی محبّت کا جو دیوانہ لگے ہے
یہ ایسی حقیقت ہے جو افسانہ لگے ہے

عالم نہ کوئی پوچھے مری وحشتِ دل کا
گھر اپنے اگر جاؤں تو ویرانہ لگے ہے

بڑھتے نہیں کیوں میرے قدم آگے کی جانب
نزدیک ہی شاید درِ جانانہ لگے ہے

ویسے تو کسی نے مجھے ایسا نہیں جانا
دیوانہ کہا تم نے تو دیوانہ لگے ہے

رودادِ الم ان سے جو قاصد نے بیاں کی
فرمانے لگے ہنس کے یہ افسانہ لگے ہے

میں نے تو بنائی تھی فقط آپ کی تصویر
دِل میرا مگر آج صنم خانہ لگے ہے

اب اپنا بھی بیگانہ نظر آتا ہے وصفیؔ
بیگانہ تو بیگانہ ہے بیگانہ لگے ہے

www.faranjunedahmad.blogspot.in
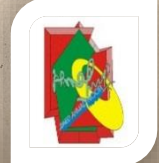
دِل میں رہتے ہو اور نظر سے دور
یہ بھی اچھا ہے آپ کا دستور

غم سہے کس قدر دلِ رنجور
یہ وہ شیشہ ہے جو ذرا ہیں چور

دیکھ لی ہو گی کچھ جھلک ان کی
دار پر یوں چڑھے نہیں منصور

ان کے کوچے میں اور ہم جاتے
دِل نہ مانا تو ہو گئے مجبور

ذوقِ دیدار ہی نہیں ورنہ
جلوے بیتاب ہیں ابھی سرِ طور

تارے گننے کے ماسوا وصفیؔ
کیا کرے آخرش کوئی مہجور

کام لیں لاکھ ہم حسنِ تدبیر سے
پیش پائیں گے کیا اپنی تقدیر سے

وہ بھی بہلا گئے میری تحریر سے
میں بھی کھیلا کیا انکی تصویر سے

اب بجائے خوشی کے الم مانگئے
بہرِ آخر دعا کو ہے تاثیر سے

ابروؤں کے اشارے پہ چلتے رہے
یعنی کھیلا کئے تیغ و شمشیر سے

گر نہیں ہے عمل واعظِ محترم
بات بنتی نہیں صرف تقدیر سے

کامیابی ہو مقصود فن میں جسے
استفادہ کرے غالبؔ و میرؔ سے

www.faranjunedahmad.blogspot.in
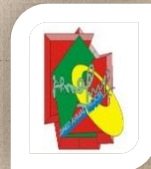
گہے رنج و گاہے خوشی توبہ توبہ
کشاکش میں ہے زندگی توبہ توبہ

پشیماں پشیماں، گریزاں گریزاں
مجھی سے مری زندگی توبہ توبہ

میں کب جانتا تھا مجھے کیا خبر تھی
اُڑاؤ گے تم ہی ہنسی توبہ توبہ

خدا پر بھروسہ نہ خود پر یقیں ہے
یہ احساس کی کمتری توبہ توبہ

یہ حسنِ تغافل یہ حسنِ تجاہل
یہ اندازِ شرمندگی توبہ توبہ

وہی جو بتائے محبت ہوئے تھے
انھیں میں وفا کی کمی توبہ توبہ

جہاں نت نئے فتنے اٹھتے ہیں صفیؔ
وہاں صلح اور آشتی توبہ توبہ

پھر بھی معلوم ہیں دیوانہ جو کر جاتے ہیں
جتنے الزام ہیں دیوانے کے سر جاتے ہیں

ابر کی طرح فضاؤں میں بکھر جاتے ہیں
جب برستے ہیں تو سیراب بھی کر جاتے ہیں

طنز مت کیجئے آوارہ مزاجی پہ مری
مجھ سے دیوانے بڑا کام بھی کر جاتے ہیں

اور ہوں گے جو تری بزم سے شاداں اُٹھے
ہم تری بزم سے با دیدۂ تر جاتے ہیں

جان سے جاتے ہیں اے شمع تری محفل میں
کتنے نادان ہیں پروانے مگر جاتے ہیں

ہاتھ سے چھوٹ گیا دامنِ ہمت اکثر
حادثے ایسے بھی کچھ دل پہ گذر جاتے ہیں

عزتِ نفس خودی اپنی انا کو و صفیؔ
کیسے وہ لوگ ہیں بدنام جو کر جاتے ہیں
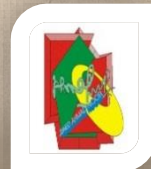
مرا ذوق گر میری ہمت بڑھائے
نظر بھول کر سوئے ساحل نہ جائے

انھیں واقعات اَلم جب سُنائے
کبھی رو دیے وہ کبھی مُسکرائے

وہ کہتے ہیں تم نے کیا مجھ کو رسوا
شہادت میں وہ میرے اشکوں کو لائے

گلستاں میں رہئے مگر اس طرح سے
کہ کانٹوں سے دامن اُلجھنے نہ پائے

ذرا میں بھی دیکھوں تو برقِ تپاں کو
جلائے مرا آشیانہ جلائے

بیگانہ ہے کوئی نہ یگانہ ہے آجکل
اللہ جانے کیسا زمانہ ہے آجکل

ناداں اسے بتائیں جو دانا ہے آجکل
کیا خوب انقلاب زمانہ ہے آجکل

ملتے تھے جس زباں سے نشاناتِ اتحاد
جور و ستم کا وہ بھی نشانہ ہے آجکل

اَب بھی ہر ایک گام پہ خطرہ ہے قوم کو
کہنے کو سازگار زمانہ ہے آجکل

اچھّا ہوا جو مٹ گیا راہِ وفا میں دل
میرا ہی ہر زباں پہ فسانہ ہے آجکل

دِل میں تو ہے ستانے کی پوشیدہ آرزو
لفظِ وفا تو صرف بہانہ ہے آجکل

وصفی ہر ایک بات میں ہے احتیاط شرط
نازک بہت مزاج زمانہ ہے آجکل
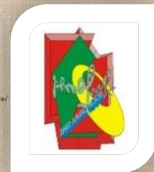
آلام و مصائب سے کنارا نہیں کرتے
ہم دُور سے طوفاں کا نظارا نہیں کرتے

یا یہ کہ ہمیں ہم تھے کبھی ان کی زباں پر
یا بھول کے اَب ذکر ہمارا نہیں کرتے

اک جھوٹی تسلّی ہی سہی بہرِ محبت
اتنا بھی مگر آپ گوارا نہیں کرتے

کہنے کو تو کہہ دیں گے ترا حال ہم ان سے
وہ مان بھی جائیں یہ اجارا نہیں کرتے

وہ کر نہیں سکتے کبھی اصلاح کسی کی
دِل کھول کے مِلنا جو گوارا نہیں کرتے

سچ پوچھو تو وصفی ہیں وہی صاحبِ ہمّت
مشکل میں جو اَوروں کا سہارا نہیں کرتے

اپنی وفائیں ان کی جفائیں بنائے رنج
اک ابتدائے رنج ہے اک انتہائے رنج

دِل دِل سے مِل گئے تو ہوئی دلکو دِل سے راہ
دو دِل جُدا ہوئے تو ہوئے مبتلائے رنج

دِل نے تو ضبطِ غم میں نہیں کی کوئی کمی
پر کیا کریں نہ آنکھ میں اپنی سمائے رنج

ہم کہہ رہے تھے ٹھیک نہیں دِل سے دِل کی چھیڑ
ہم کو ستا کے خود بھی ہوئے مبتلائے رنج

لذت چشِ الم تو ہیں وصفیؔ ہزار ہا
ہم سا مگر کہاں ہے کوئی آشنائے رنج
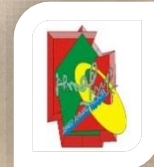
شکایت لب پہ جب آئی مچل کر
وہ ظالم رہ گیا پہلو بدل کر

بہت دشوار ہے راہِ محبّت
سنبھل کر اے دِلِ ناداں سنبھل کر

تلاشِ امن ساحل کیا کرے وہ
جواں ہوتا ہے طوفاں میں جو پَل کر

بس اک موہوم سی امید لے کر
کہاں سے ہم کہاں آئے ہیں چل کر

ہلا دیتی ہے وہ عرشِ الٰہی
دعا جاتی ہے جو دِل سے نکل کر

زمانہ مجھ کو کیا بدلے گا وصفیؔ
زمانے کو کہو رکھدوں بدل کر

اس طرح مجھ سے ملے ہیں ہمنفس فرزانے چند
جس طرح ملتے ہیں اکثر راہ میں انجانے چند

چل گیا اوروں پہ بھی جادو تمہارے حُسن کا
آج صحرا میں نظر آئے ہمیں دیوانے چند

مانتا ہوں فیض تیرا عام ہے سب پر مگر
ساقیا درکار ہیں میرے لئے پیمانے چند

مجھ سے کب کارِ نمایاں ہو سکا صادر کوئی
گڑھ لئے یاروں نے میرے نام پر افسانے چند

پند ناصح کا ہوا لوگوں پہ یہ اُلٹا اثر
سایۂ مسجد میں ضد سے کھُل گئے میخانے چند

میرے کُل احباب کا مجھ پر رہا لطف و کرم
راس جو مجھ کو نہ آئے وہ فقط یارانے چند

میں نے وصفی کوچۂ اُلفت میں جب رکھا قدم
طعن کرنے تو بہت آئے مگر سمجھانے چند

www.faranjunedahmad.blogspot.in
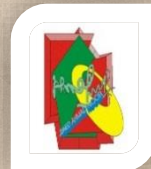
ابھی سمجھتے نہیں ہیں جو آدمی کا مقام
وہ چاہتے ہیں ملے ہم کو خواجگی کا مقام

ہزار مصلحتیں خامشی میں پنہاں ہیں
ہم اہلِ ظرف سمجھتے ہیں خامشی کا مقام

شکار جب کوئی احساسِ برتری کا ہوا
سمجھ میں آگیا احساسِ کمتری کا مقام

یہ مانتا ہوں ملائک بہت مقدس ہیں
بلند تر ہے مگر ان سے آدمی کا مقام

مرے شعورِ عبادت کی ہو گئی تکمیل
مجھے ملا ہے ترے در سے بندگی کا مقام

سمجھ سکے ہیں نہ سمجھیں گے تاجرانِ ادب
بس اہلِ علم سمجھتے ہیں شاعری کا مقام

وہ جس میں خوش ہوں وہ راضی ہوں جس میں اے وصفی
مرے لئے ہے حقیقی وہی خوشی کا مقام

خفگی میں نظر تک بھی ملائی نہیں جاتی
تلوار تو باندھے ہیں چلائی نہیں جاتی

کیا دل پہ گزرتی ہے تمھیں آؤ سناؤں
اپنوں سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی

ہر چند کوئی چاہے کرے کوششِ پیہم
تدبیر سے قسمت کی بُرائی نہیں جاتی

دل شعلہ رخو تم سے لگانا نہیں اچھا
شیشے کو کبھی آنچ دکھائی نہیں جاتی

یہ آتشِ الفت بھی وہ آتش ہے کہ یارو
خود آپ تو لگتی ہے لگائی نہیں جاتی

بازیچۂ اطفال نہیں کارِ محبت
جو مجھ پہ گزرتی ہے سُنائی نہیں جاتی

دُنیا میں کوئی کس پہ بھروسہ کرے صفی
یہ بات تو اپنے میں بھی پائی نہیں جاتی
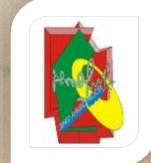
کوئی صورت ہو جب انساں کو قضا یاد آئی
جُرم یاد آئے اسے اپنی خطا یاد آئی

جھنجھنا اُٹھتا ہے ہستی کا ہر اک تارِ حیات
جب جفا کوشی اربابِ جفا یاد آئی

کیسا پامال کیا مجھ کو بنامِ الفت
حسنِ معصوم کی معصوم ادا یاد آئی

کیوں دل و جاں سے زیادہ نہ رکھوں تمکو عزیز
تم جو یاد آئے مجھے شانِ خدا یاد آئی

ہاتھ مَلنے کے سوا اور نہ کچھ ہاتھ لگا
جب مَیں یاد آیا انھیں میری وفا یاد آئی

لے کے آئی تھی کبھی ان کے بدن کی خوشبو
مہکی مہکی وہ گلستاں کی ہَوا یاد آئی

کس قدر یاس میں ڈوبی تھیں صدائیں صفی
دِل کے ٹوٹے ہوئے تاروں کی صدا یاد آئی

رہبر مِلا کوئی نہ کوئی ہمسفر مِلا
مجھ کو فریب کار ہی ہر گام پر مِلا

مجنوں مِلا ہے وامق و فرہاد بھی ملے
مجھ سا بھی آپ کو کوئی شوریدہ سر مِلا

پیہم رہِ حیات میں دیتا رہا فریب
کتنا عجیب مجھ کو مرا ہمسفر مِلا

کافر ہوں گر کرم کا ترے مَیں گلا کروں
جو کچھ مِلا طلب سے مجھے بیشتر مِلا

مجھ کو ترے کرم نے نوازا قدم قدم
نامہ مِلا پیام مِلا نامہ بَر مِلا

اوروں کا احترام بھی میری نظر میں ہے
وہ مَیں نہیں ہوں جسکو دلِ خود نگر مِلا

وصفی اب اپنے رنگ میں پڑھئے کوئی غزل
ہر شعر آج سب کو برنگ دِگر ملا

--

www.faranjunedahmad.blogspot.in

میری جبیں کو آپ کا جب سنگ در مِلا
ذوقِ سجود میرا مجھے اَوج پر مِلا

جب تک فرازِ دار پہ اپنا نہ سر مِلا
سر اپنا اک وبال مجھے دوش پر مِلا

جب اس نے مجھ کو دیدۂ بینا عطا کیا
ہر شے میں ہر جگہ پہ وہی جلوہ گر مِلا

مجھ کو وہی مِلا ہے رگِ جاں سے بھی قریب
منصور جس کا جلوہ تمہیں دار پر مِلا
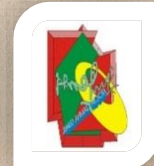
اس دل کو کائنات کا حاصل کہوں گا میں
قسمت سے جس کو ان کا غمِ معتبر ملا

آسودگی کے ساتھ گزاری ہے زندگی
انعام کم ہے یہ جو ترے نام پر ملا

وصفی یہ جائے شکر ہے اور جائے فخر بھی
احباب میں نہ تجھ کو کوئی کم نظر ملا

پیکرِ حُسن اک بر ملا دیکھ کر
وہ بھی حیران تھے آئینہ دیکھ کر

اپنے انجام سے باخبر ہو گئے
سامنے صورتِ رہنما دیکھ کر

پاؤں رک رک گئے ہمسفر کے مرے
منزلِ عشق کا فاصلہ دیکھ کر

جس جگہ بھی جھکائی ہے ہم نے جبیں
بالیقیں آپ کے نقشِ پا دیکھ کر

اُترے اُترے سے چہرے حریفوں کے ہیں
جذبۂ عشق کی ابتدا دیکھ کر

ڈوبتے جا رہے ہیں ستاروں کے دل
چاند کو اب مرے زیرِ پا دیکھ کر

زندگی صرف وصفی حسیں خواب ہے
آپ شیدا ہوئے جانے کیا دیکھ کر
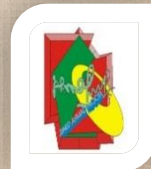
آئینۂ جمال دکھاتی رہی حیات
ذرّے کو آفتاب بناتی رہی حیات

وہ مَیں تھا راہِ عشق میں بڑھتا چلا گیا
کانٹے قدم قدم پہ بچھاتی رہی حیات

آسانیوں کی جستجو میں کرتا رہا تلاش
دشواریاں کچھ اور بڑھاتی رہی حیات

مَیں ہو سکا نہ کیفِ مسرت سے ہمکنار
ہونگے وہ اور جن کو ہنساتی رہی حیات

ہوتے رہے قدم بہ قدم مجھکو تجربے
اور پختہ تر مزاج بناتی رہی حیات

اسکا کرم کہ دل سے مرے خواہشاتِ نفس
حرفِ غلط کی طرح مٹاتی رہی حیات

وصفی وہ بدنصیب کہ دامن نہ بھر سکا
گو ہر نفس نفس پہ لٹاتی رہی حیات
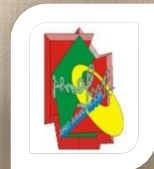
تقاضہ وقت کا گر ہے زمیں کو آسماں کہیئے
ضمیر و فہم انسانی کا اسکو امتحاں کہیئے

جو پامردی سے منزل کی طرف بڑھتا رہے پیہم
اسے مردِ مجاہد صاحبِ عزم جواں کہیئے

غمِ جاناں ہر اک کے واسطے ہرگز نہیں ہوتا
اگر حاصل ہو اس کو حاصلِ عمرِ رواں کہیئے

مزاجِ بلبل و گل سے یہاں واقف نہیں کوئی
نہ ان کی داستاں سنئے نہ انکی داستاں کہیئے

بتانِ سنگدل ہرگز نہ پگھلے ہیں نہ پگھلیں گے
تو پھر بے فائدہ کیوں داستانِ خونچکاں کہئے

سنوارا ہے بزرگوں نے جسے دے کر لہو اپنا
اسے اُردو زبان و عظمتِ ہندوستاں کہئے

مجھے کافی ہے اندازِ بیانِ میرؔ اور غالبؔ
ضرورت کیا ہے اے وصفی حدیثِ دیگراں کہئے

قدم جو اٹھا وہ اٹھا بانکپن سے
سلیقہ مِلا یہ مجھے اہلِ فن سے

رہے وہم سود و زیاں میں خردمند
ہوئے کام جتنے وہ دیوانہ پن سے

سبق دے گیا اہلِ زر کو سکندر
نکالے ہوئے ہاتھ خالی کفن سے

مجھے کس خطا پر مِٹایا گیا ہے
ذرا پوچھئے وقت کے اہرمن سے
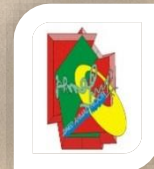
نہ اب گُل کھلیں گے نہ چہکے گی بلبل
پتہ چل رہا ہے یہ رنگِ چمن سے

ہمیں مدتوں لوگ ڈھونڈا کرینگے
اگر اُٹھ گئے ہم تری انجمن سے

ہمیں شکل منصور و سرمد ہیں وصفی
محبت میں گزرے ہیں دار و رسن سے

www.faranjunedahmad.blogspot.in

ان کا دیوانہ اگر عازمِ منزل ہوگا
پھر جنوں اس کا نہ پابند سلاسل ہوگا

سامنا جب ترا اے حور شمائل ہوگا
صبر کرنا دلِ بیتاب کا مشکل ہوگا

خود ہی آجائیں گے باہوں میں تمہاری اک روز
جذبۂ عشق اگر اکمل و کامل ہوگا

جب بھی افسانہ محبت کا لکھا جائے گا
آپ کے ساتھ مرا نام بھی شامل ہوگا

اور وہ حُسن پہ ہو جائیں گے اپنے مغرور
حشر یہ ہوگا جب آئینہ مقابل ہوگا

جس کا مقصد کے لئے جہد مسلسل ہے شعار
وہ مری طرح سدا رو کش ساحل ہوگا

نام اُس کا ہی زبانوں پہ ہے رہتا وصفی
حُسن کردار کا جو شخص کہ حامل ہوگا
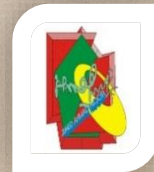
وہ دل میں اگر اپنے تھوڑی سی جگہ دیتے
ویرانۂ ہستی کو گلزار بنا دیتے

بیمارِ محبّت کو ہو جاتی شفا یارو
اے کاش کہ دامن کی وہ اپنے ہوا دیتے

میخانۂ عالم پر اک کیف برس جاتا
مے ریز نگاہوں کو گر آپ اٹھا دیتے

کیوں ان کو تکلّف تھا کیوں انکو تکلف ہے
دیوانہ بنانا تھا دیوانہ بنا دیتے

کچھ میرے کرم فرما ایسے بھی تھے اے وصفی
ہر بات کا جو میری افسانہ بنا دیتے

www.faranjunedahmad.blogspot.in
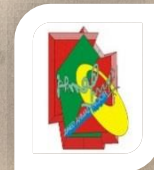
یہ مجھ پہ ہے کرم بے حساب کی صورت
ہر ایک زخم کھِلا ہے گلاب کی صورت

سوالِ دید پہ ہے یہ جواب کی صورت
تمہاری ذات ہے خود ہی حجاب کی صورت

ہزار ذرّہ ناچیز ہیں کرم سے ترے
چمک اٹھیں گے کبھی آفتاب کی صورت

بجھے گی کیسے مری تشنگی کہ ہم نفسو
ملے ہیں مجھ کو سمندر سراب کی صورت

ذرا سی ٹھیس لگے گی تو پھوٹ جائے گا
حیات جانئے اپنی حباب کی صورت

یہ کل کی بات ہے مرکز تھے کل نگاہوں کے
اُتر گئے ہیں نگاہوں سے آپ کی صورت

رہِ ثواب سے غافل رہے ہو تم وصفی
تمام عمر کٹی اک عذاب کی صورت

■■
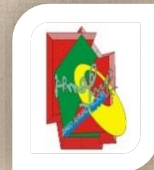
انکے رخ پر جو کھِلے پہلی ملاقات کے پھول
حاصلِ زیست ہوئے ہیں انھیں لمحات کے پھول

میری قسمت سے ہنسی ان کے لبوں پر آئی
آج ہونٹوں پہ کھِلے لطف و عنایات کے پھول

حُسن اور عشق کے اسرار ہویدا نہ ہوئے
اس طرح آپ نے برسائے کنایات کے پھول

اس لئے ہم کبھی جذبات کے قائل نہ ہوئے
ہم نے مُرجھائے ہوئے دیکھے ہیں جذبات کے پھول

ایسے مہکے ہیں نہ مہکے تھے نہ مہکیں گے کبھی
آج جو آپنے بھیجے مجھے سوغات کے پھول

بزم میں ہم بھی یہی سُن کے چلے آئے ہیں
کِھلنے والے ہیں یہاں حُسنِ خیالات کے پھول

رات کی رانی کا ان پھولوں نے پایا ہے خطاب
ان کے رُخسار سے مَس ہو گئے جو رات کے پھول

▬ ▬
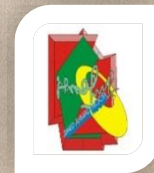
رکھتا ہے مقام اپنا اک عشقِ مجازی بھی
اے عظمتِ محمودی کچھ شانِ ایازی بھی

گفتار کے غازی ہو تسلیم ہمیں لیکن
اے کاش کہ تم ہوتے کردار کے غازی بھی

ہم رونقِ محفل ہیں جب ہم ہی نہیں ہونگے
کام آئے گی پھر کس کے یہ بندہ نوازی بھی

سازِ دلِ مومن پر تم گا کے کبھی دیکھو
ہے نغمۂ ہندی میں کچھ لحنِ حجازی بھی

آیا ہے مقام ایسا کچھ عشق کی منزل میں
ہم جان کے ہارے ہیں جیتی ہوئی بازی بھی

مایوس نہیں ہوتے حالات سے ہم وصفی
تابندہ ہے مستقبل تابندہ ہے ماضی بھی

▬ ▬

نہ سلام میکدے میں نہ کلام میکدے میں
یہ الگ الگ سے کیسے سرِ شام میکدے میں

ترے رحم اور کرم کا ہوں غلام میکدے میں
مرے نام کا بھی ساقی کوئی جام میکدے میں

مرے ساقیا دعا کر مرے ساقیا دعا کر
مجھے آئے گر اجل کا تو پیام میکدے میں

مرے دم قدم سے قائم ہے وقار میکدے کا
مرے مجرئی ہیں یارو در و بام میکدے میں

مرا ذوقِ مے پرستی کوئی میکدے میں دیکھے
مری صبح میکدے میں مری شام میکدے میں

مری ذات میکشوں میں کوئی اجنبی نہیں ہے
کہ رہا ہے مدتوں تک مرا نام میکدے میں

تری بزم یہ نہیں ہے، یہاں صرف ذکرِ مے ہو
کوئی اور ذکر واعظ ہے حرام میکدے میں

▬ ▬

www.faranjunedahmad.blogspot.in
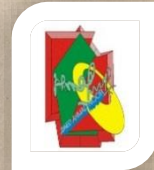
ابھی سے لب پہ کیوں آہ و بکا ہے
ابھی کیا ہے ابھی تو ابتدا ہے

نہیں گر خوئے تسلیم و رضا ہے
بغیر اس کے محبت بے مزا ہے

جو آگے ہوگا وہ اچھا ہی ہوگا
ابھی تک جو ہوا اچھا ہوا ہے

نظر اٹھتی نہیں اوپر کی جانب
مرا محبوب کتنا باحیا ہے

نہیں مانگے سے جو پایا ہے ہم نے
وہی اوروں کو بے مانگے ملا ہے

چلا پھر کوچۂ قاتل کی جانب
دلِ ناداں تجھے کیا ہو گیا ہے

مضامیں غیب سے آئیں گے وصفی
اگر تو صاحبِ فکرِ رسا ہے

www.faranjunedahmad.blogspot.in

کوئی نذرِ غمِ حالات نہ ہونے پائے
اور ہر بات ہو یہ بات نہ ہونے پائے

جو بھی صورت ہے، عنایت ہے کرم ہے انکا
رائگاں انکی یہ سوغات نہ ہونے پائے

ان کی تصویر سے ہر لمحہ رہے راز و نیاز
منتشر شانِ خیالات نہ ہونے پائے

سخت دشوار ہے پابندیِ آئینِ وفا
بات تو جب ہے تجھے مات نہ ہونے پائے
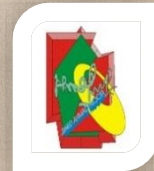
جانِ دیدہ بچئے آدابِ محبت کے لئے
دیکھئے خامیِ جذبات نہ ہونے پائے

بزم میں اُن کا کوئی ذکر جو آجاتا ہے
حکم ہوتا ہے مری بات نہ ہونے پائے

حُسنِ کردار سے ہستی کو سجالو وصفی
زندگی نذرِ خرافات نہ ہونے پائے
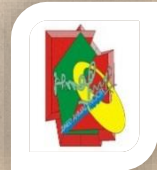
قطعات

نکہتِ گُل کی طرح کیسے نہ آوارہ پھروں
کیسے بازار کو چھوڑوں کروں خلوت کی تلاش
شکر کرتا ہوں ادا اس کا کہ جس نے وصفی
کھینچ لی روح مری دے کے مجھے فکرِ معاش

حاصل نہ کرسکا میں کسی حال میں خوشی
اک کربِ مستقل میں گزاری ہے زندگی
مارا ہوا لطافتِ احساس کا ہوں میں
اے روشنیِ طبع تو برمن بلا شدی

اَوروں کا غم میں کیا کروں اپنے ہی غم نہیں ہیں کم
اَب تو کرم کی کر نظر مالکِ رحم اور کرم
تجھ سے مرا سوال ہے تو ہی مجھے جواب دے
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم